تذکرہ

علمائے بلخ

صفی الدّین واعظ بلخی

Marfat.com

Collection of Prof. Muhammad Iqbal Mujaddidi
Preserved in Punjab University Library.

پروفیسر محمد اقبال مجددی کا مجموعہ
پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں محفوظ شدہ

Marfat.com

Marfat.com

1544

تذکرہ علمائے بلخ

یعنی

تلخیص و ترجمہ فضائل بلخ

تالیف

صفی الدّین واعظ بلخی

مترجم

پروفیسر نذیر احمد

ترقی اردو بیورو نئی دہلی

Marfat.com

TAKIRA ULMA-E-BALKH
Translated by
Prof. Nazir Ahmad

129550

سنہ اشاعت جولائی، ستمبر 1989 - 1911 شک

© ترقی اردو بیورو، نئی دہلی

پہلا اڈیشن : 1000

قیمت : -/12

سلسلۂ مطبوعات ترقی اردو بیورو 618

کتاب کا کوئی حصہ دفتر سے تحریری اجازت حاصل کیے بغیر شائع نہ کیا جائے۔

ناشر : ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو، ویسٹ بلاک 8 آر کے پورم نئی دہلی-110066

طابع : ثمر آفسیٹ پرنٹرز، نئی دلی

Marfat.com

پیش لفظ

دنیا کی آزاد اور زندہ قوموں کی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے علمی، ادبی اور ثقافتی سرمایہ کی حفاظت کرتی رہتی ہیں اور تہذیب انسانی کی ترقیات کے ساتھ ساتھ اسے نکھارتی سنوارتی رہتی ہیں۔ انسانی زندگی کے اسی فطری تقاضے کے مطابق ہندوستان کے آئین میں بھی اس ملک میں رہنے بسنے والے لوگوں کو انکی زبان اور تہذیب کی حفاظت کرنے کا حق دیا گیا ہے اسی جمہوری حق پسندانہ رویہ اور منصفانہ اصول کے پیش نظر ہندوستان میں اردو کی ہمہ گیر و ہمہ جہت ترقی کے لیے وزارتِ ترقی انسانی وسائل نے، ترقی اردو بورڈ و ترقی اردو بیورو قایم کیے ہیں۔ ترقی اردو بیورو ایک اہم مرکزی ادارہ ہے جو جامع پروگراموں اور ٹھوس منصوبوں کے تحت اردو زبان و ادب کی ترقی اور اشاعت کے دور رس نتائج رکھنے والی سرگرمیوں میں مصروف ہے۔ چنانچہ انسائیکلو پیڈیا، یک لسانی و ذو لسانی لغات، علمی، سائنسی اور تکنیکی کتابیں، عصری و جدید ایجادات و ترقیات سے متعلق معلوماتی کتب، بنیادی متون اور کلاسیکی ادب، بچوں کی کتب، تاریخ، سماجیات، سیاسیات، لسانیات، قانون، طب، طبیعیات، کیمیا، نباتیات، حیوانیات، جغرافیہ، زراعت، صحافت اور انجینئرنگ جیسے علوم وفنون سے متعلق معیاری کتابوں کی اشاعت کو ترقی اردو بیورو نے اساسی اہمیت دی ہے اور ملک کی عصری، تعلیمی اور معاشرتی ضروریات کا لحاظ کرتے ہوئے مختلف شعبہ جات علوم کے ماہرین کے مشوروں اور ان کے تعاون سے اہم اور معیاری کتابیں شائع کرتا رہا ہے۔ اس سلسلے کو مزید وسیع اور مستحکم بنانے کے لیے خصوصی توجہ دی جا رہی ہے تاکہ اردو زبان نہ صرف ہماری ملکی زبانوں بلکہ بین الاقوامی زبانوں کے دوش بدوش عصری ضروریات سے لیس ہو کر ترقی کرتی جائے۔ چنانچہ زیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ہماری یہ خواہش اور کوشش رہی ہے کہ اردو زبان کلاسیکی علمی سرچشموں کے ساتھ ساتھ جدید علوم وفنون کی علمی دولت سے مالا مال ہوتی رہے اور اردو والوں کو مناسب دام پر اچھی اور معیاری کتابیں دستیاب ہوتی رہیں۔

یقین ہے کہ اس مقصد کے حصول میں ہمیں آپ کا تعاون ملتا رہے گا اور اردو کی ہمہ گیر ترقی کی ایک نئی تاریخ بنتی جائے گی۔

ابوالفیض سحر

ڈائرکٹر انچارج۔ ترقی اردو بیورو

Marfat.com

Marfat.com

فہرست

مقدمۂ مترجم اردو	9
تلخیص فضائل بلخ	18
فصل اوّل	19
فصل دوم	23
فصل سوم علمائے بلخ	
1 روہان بلخی	27
2 ضحاک بن مزاحم	29
3. سعید مقبری	30
4. عطا بن ابی سائب	31
5. مقاتل بن حیان	32
6 عطا، خراسانی	33
7 متوکل بن حمران	34
8 مقاتل بن سلیمان	35
9 ابراہیم بن ادہم	36
10 یعقوب قاری	43

Marfat.com

11	عمر بن میمون رمّاح	44
12	شقیق بن ابراہیم	45
13	ابو معاذ	46
14	ابو مطیع قاضی بلخ	47
15	وسیم بن جمیل ثقفی	49
16	سلم بن سالم	50
17	عمر بن ہارون	51
18	عبداللہ بن عمر بن میمون رمّاح	52
19	حاتم اصم	
20	قاسم زریق	54
21	خلف ایوب	
22	شدّاد حکیم	55
23	عصام بن یوسف	56
24	مکّی بن ابراہیم	57
25	شہاب بن معمر	58
26	لیث بن مساور	59
27	ابو سلیمان جوزجانی	
28	ابراہیم بن یوسف	60
29	احمد بن خضرویہ	61
30	قتیبہ بن سعید البغلانی	62
31	محمد بن قاضی ابی مطیع	64
32	محمد بن ابان بلخی	67
33	محمد بن مالک بن بکر بن بکار بن قیس بن الحورب بن الحارث بن الہاشم العربی بلخی	
34	احمد بن یعقوب بن مروان قاری بلخی	68

Marfat.com

35	محمد بن عبداللہ بن عیسیٰ بن ابراہیم	68
36	محمد بن الفضیل عابد	69
37	نصیر بن یحیٰی بلخی	70
38	ابوبکر شاذان بلخی	71
39	محمد بن سلمہ	
40	ابوبکر محمد بن عمر الوراق الترمذی	72
41	ابونصر محمد بن محمد بن سلام فقیہ بلخی	74
42	محمد بن عقیل الازہر بلخی	75
43	محمد بن فضل بلخی	76
44	ابوالقاسم صفار بلخی	78
45	ابوبکر بن سعید العالم الفقیہ بلخی	79
46	عبداللہ بن محمد بن علی بن ترخان	
47	ابوبکر محمد بن احمد الاسکاف	80
48	علی احمد موسیٰ مروان پارسی	
49	ابوجعفر ہندوانی	81
50	ابوالقاسم ابی بکر بن ابی سعید	82
51	ابواللیث نصر بن محمد بن ابراہیم بن الخطاب سمرقندی	83
52	ابواسحاق مستملی	84
53	شیخ الاسلام یونس بن طاہر نصیری	87
54	محمد بن فضل بن احمد بن محمد بن جعفر بن صالح	88
55	قاضی القضاۃ شیخ الاسلام عبدالرحیم بن عبداللہ بن احمد الصیرفی	89
56	قاضی القضاۃ ابوعلی الحسن بن علی بن محمد بن احمد بن جعفر وخشی	90
57	قاضی ابوبکر الاسکافی	91
58	قاضی القضاۃ خلیل بن احمد بن اسماعیل شجری	92
59	شمس الائمہ سرخسی	93

Marfat.com

60	قاضی القضاۃ الحسین محمودی	95
61	محمد بن عمر بن علی النجار الضریر البلخی	98
62	قاضی القضاۃ شیخ الاسلام محمد بن ابی محمد ابی القاسم بن ابی القصیر البلخی	99
63	شیخ الاسلام محمد بن محمد بن حسن الثرالی	
64	حسن بن علی بن ابی طالب الحسینی	100
65	شیخ الاسلام محمد بن الحسین بن علی بن العباس بن ابی العباس القلانسی	101
66	عثمان بن عمر بن علی بن ابی بکر الغزنوی	102
67	سید السادہ ابوالحسن محمد بن الحسین الحسینی	
68	امام فاضل ابوبکر محمد بن المعتصم بن محمد بن علی بن محمد المرجانی البلخی	103
69	امام الاجل ضیاء الدین محمد بن عبداللہ بن نصر البسطامی	104
70	شیخ الاسلام تاج الدین ابوبکر محمد بن احمد بن ابراہیم الزاہد البلخی	105

Marfat.com

مقدمۂ مترجم

تذکرہ علمائے بلخ کوئی الگ تالیف نہیں ہے بلکہ فضائل بلخ کا ترجمہ اور تلخیص ہے، فضائل بلخ ۶۱۰ ہجری میں عربی زبان میں لکھی گئی تھی، اس کے مؤلف شیخ الاسلام صفی الدین ابوبکر عبداللہ بن عمر بن داؤد واعظ بلخی ہیں، لیکن اس اصل عربی متن کا کوئی نسخہ اب موجود نہیں، البتہ اس کا فارسی ترجمہ محفوظ رہ گیا ہے، اس کے مترجم عبداللہ محمد بن محمد بن حسین بلخی نے بلخ کے حکمران ابوبکر عبداللہ کے ایما پر ۶۷۶ ہجری میں بلخ ہی میں اس کو فارسی کا جامہ پہنایا تاکہ "جس طرح سے عربی متن سے خواص فائدہ اٹھاتے ہیں فارسی ترجمے سے عوام بہرہ مند ہوسکیں"۔

فضائل بلخ کے متعارف کرنے کی ایک وجہ یہ ہوئی کہ اکتوبر ۱۹۷۰ء میں راقم حروف حکیم سنائی غزنوی کے سیمینار منعقدہ کابل (۱۷ر اکتوبر تا ۲۲ر اکتوبر) میں شرکت کی غرض سے کابل گیا، سیمینار کے خاتمے پر میری خواہش بلخ کی سیاحت کی ہوئی، چناں چہ سیمینار کے ارباب حل و عقد نے میرے سفر کا انتظام کردیا، ہم ۲۴ر اکتوبر کو ایک کار سے وزارت کلتور کے ایک رکن کے ہمراہ روانہ ہوئے، دوپہر کے بعد شدید برف باری ہوئی، موسم سخت ہوگیا، ظہر کے بعد ہم لوگ مزار شریف پہنچے، موسم سخت ہونے کی وجہ سے ہم اس وقت بلخ نہ جاسکے حالاں کہ وہاں سے تقریباً آدھے گھنٹے کی مسافت باقی تھی، اور وہاں شام کو جاتے بھی تو واپس مزار شریف ہی آتے اس لیے کہ ٹھہرنے کی سہولت تو مزار شریف ہی میں ہے، رات مزار شریف میں گزاری، صبح مزار شریف کے اخبار کے نمائندہ کے ساتھ ہم لوگ بلخ روانہ ہوئے، اور ۸ بجے وہاں پہنچ گئے، شہر بالکل اجڑ چکا ہے،

Marfat.com

وہ آباد شہر جس میں صفی الدین واعظ بلخی مؤلف فضائل بلخ کے زمانے میں ۱۸۴۸ مساجد، ۹ سو بڑے کالج، ۹ سو بڑے مدرسے، پندرہ سو مفتی ہوں، آج ایک چھوٹا سا گاؤں رہ گیا ہے، اور جس کی پرانی یادگاروں میں صرف تین چیزیں باقی ہیں، مزار عکاشہ جو شہر سے تقریباً سات کلومیٹر مشرق میں ہے، مسجد نہ گنبد جو چوتھی یا پانچویں صدی ہجری کی یادگار ہے، گنبد خواجہ پارسا جو ۸۶۰ ہجری میں تعمیر ہوا، قلعہ جو شہر کے مشرق میں تھا، کھنڈر کی شکل میں دکھائی دیتا ہے، بہرحال افغانستان سے واپسی پر بلخ کی خرابی کا دل پہ اثر باقی رہا، اسی درمیان کتاب "فضائلِ بلخ" مطالعے میں آئی، پہلے اس پر ایک مضمون لکھنے کا خیال ہوا، بعد میں رائے بدل گئی اور پوری کتاب کی تلخیص زیادہ سودمند نظر آئی۔ چناں چہ چند روز کی کوشش سے یہ کام پورا ہوگیا، اور اس طرح قارئین کرام کی خدمت میں اسلامی تاریخ کے چند عبرت ناک صفحے پیش کرنے کا موقع ملا۔

جیسا کہ معلوم ہے "فضائل بلخ" کا اصل عربی نسخہ مفقود ہے، فارسی ترجمہ موجود ہے، مترجم نے لکھا ہے کہ بلخ کی عام زبان فارسی دری تھی، فارسی ترجمے کی اصل غایت اس سے استفادہ کرنے والوں کے حلقہ کے بڑھانے کی تھی، ہندوستان میں آج فارسی زبان کی کتاب سے استفادہ کرنے والے کہاں؟ اردو زبان ہی فضائل بلخ کے پیغام کو عوام تک پہنچانے کا وسیلہ ہے، لیکن حالات کچھ اس طرح پر چل رہے ہیں کہ اندیشہ ہو رہا ہے کہ کہیں اردو زبان بھی خواص کی زبان ہو کر نہ رہ جائے اور کسی کتاب کو عام کرنے کے لیے کسی اور زبان کا سہارا ڈھونڈا جائے، فاعتبروا یا اولی الابصار!

فضائل بلخ کی تلخیص میں چند چیزوں کا لحاظ رکھا گیا ہے، اول یہ کہ صاحب ترجمہ کی زندگی سے متعلق کوئی واقعہ رہ نہ جائے، البتہ حکایتوں وغیرہ سے اکثر صرفِ نظر کیا گیا ہے، دوم اگر صاحب ترجمہ کی روایت کردہ کئی احادیث ہیں تو ان میں سے محض ان کو لیا گیا ہے جو زیادہ مشہور ہیں، سوم یہ کہ ہر حدیث کا ترجمہ دے دیا گیا ہے، اگر کہیں عربی یا فارسی کے اقوال درج ہوئے ہیں تو وہ بھی اردو میں منتقل کر دیے گئے ہیں، چہارم حواشی میں حسب ذیل امور کی توضیح کی گئی ہے:

۱۔ جن شخصیات کا متن میں ذکر آیا ہے، ان کے بارے میں مختصر یادداشت حاشیہ میں درج کر دی گئی ہے۔

Marfat.com

۲۔ صاحبِ ترجمہ کی زندگی کے اکثر منابع درج کردیے گئے ہیں تاکہ اگر کوئی ان پر کام کرنا چاہے تو وہ آسانی سے کام شروع کرسکتا ہے، مگر اس سے ہرگز یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہر صاحب ترجمہ کے سارے منابع کا احاطہ کرلیا گیا ہے، دراصل یہ کام تو اس شخص کا ہے جو اس کو ایک الگ موضوعِ تحقیق قرار دینا چاہتا ہے۔

۳۔ راویانِ حدیث کے بارے میں مختصر مگر ضروری معلومات درج کردی گئی ہیں۔

۴۔ احادیث کے منابع کا ذکر کردیا گیا ہے تاکہ علمی کام کرنے والے روایت کے اختلاف کو آسانی سے ملاحظہ کرسکیں۔

۵۔ تاریخی اور جغرافیائی امور کی بھی ایک حد تک نشان دہی کردی گئی ہے، ان سے مطالعے میں دلچسپی پیدا ہوگی اور مطالعہ کرنے والوں کے ذوق انتقادی کو تسکین حاصل ہوگی۔

۶۔ جن کتابوں کا ذکر متن میں آیا ہے، ان کے بارے میں مختصر اطلاعات درج کردی گئی ہیں، فضائل بلخ حملۂ منگول سے قبل کی تصنیف ہے اور اس میں وہ کتابیں مذکور ہیں جو اس حملے سے کافی قبل لکھی گئی تھیں، اس سے واضح ہے کہ ان میں اکثر کی نایابی کا سبب کیا ہے، دراصل حملۂ منگول اسلامی دنیا میں سب سے بڑا سانحہ ہے، وحشی منگولوں کے ہاتھوں لاکھوں انسان موت کے گھاٹ اتار دیے گئے، ان میں عامی کے علاوہ عالم، فاضل، عارف، زاہد، صوفی، شاعر، حکیم، غرض مختلف شعبہ ہائے زندگی کے ممتاز ترین افراد شامل تھے، ان کی موت سے اسلامی علوم و فنون کو جو نقصان پہنچا اور اسلامی فکر کو جو صدمہ لگا اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا، اس کے علاوہ لاتعداد کتابیں اس بربریت کی نذر ہوئیں، واضح ہے کہ ان نایاب کتابوں کے ساتھ سارا علم و فن دفن ہوگیا، کتابوں کی بربادی آدمیوں کی موت سے بھی زیادہ سنگین ہے، اگرچہ یہ حقیقت ہے کہ جس مرتبے اور معیار کے آدمی وحشی منگولوں کی بربریت کا نشانہ بنے، ان کا بدل زمانۂ مابعد پیدا نہ کرسکا، لیکن اول تو یہ کہ وہ اپنی زندگی میں کچھ کام کرچکے تھے، دوم ان کے نعم البدل تو نہیں، البتہ کچھ ایسے لوگ ضرور پیدا ہوئے جنھوں نے علمی دنیا میں کچھ نام پیدا کیا، لیکن وہ علمی خزانے جو لاکھوں کی تعداد میں برباد ہوئے ان کا بدل کہاں سے آئے، اسلامی علوم کے اس خسارے کا جبران نہیں ہوسکتا، بلکہ ان خزائن کی بربادی کے بعد اسلامی علوم کی پہنائی کا بھی اندازہ نہیں کیا جاسکتا، ان علوم

Marfat.com

کے ہزاروں موضوع ہیں، اور ہر چھوٹے سے چھوٹے موضوع پر ہزارہا کتابیں لکھی گئیں، افسوس کہ ان کی بازیابی کا تصور تک نہیں ہو سکتا۔ حاشیے میں کتابوں پر جو مختصر یادداشت ہے ان سے اسی طرح کے احساسات پیدا ہو سکتے ہیں۔

۷۔ کتابوں پر جو یادداشتیں ہیں ان سے اندازہ ہوگا کہ اسلامی علوم پر کام کرنا کس قدر مشکل امر ہے، یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ دنیا کے سارے علوم ترقی پذیر ہیں بجز علومِ اسلامی کے، اس کی وجہ یہ ہے کہ تیسری چوتھی ہجری تک یہ علوم انتہائی عروج پر پہنچ گئے تھے، ان پر اضافہ کا کیا ذکر، ان کا سمجھنا اور ان کی صحیح پرکھ بھی ناممکن سی ہوگئی ہے، رہی خزانے کی بازیافت تو یہ کام تو ناممکن ہی ہے، اسلامی علوم سے تعلق رکھنے والے کی ذمہ داری کتنی ہے، وہ شخصیات کا پتا چلائے، ان کی تصانیف تک رسائی حاصل کرے! پھر ان کے مطالعے سے ضروری نتائج استنباط کرے، اس طرح کی ذمہ داری کسی اور علوم میں کام کرنے والے کی نہیں۔

۸۔ شخصیات پر جو یادداشتیں ہیں، ان سے معلوم ہو سکے گا کہ اسلامی علوم کے ایسے ایسے خادم گزرے جو تاریخِ انسانیت کے لیے وجہ افتخار ہیں، لیکن اپنی بے مائیگی کا یہ عالم ہے کہ ہم ان کے کارنامے کو نہ قرار واقعی سمجھ سکتے اور نہ ان کے مرتبے کو عام کر سکتے ہیں، ان میں ہر شخصیت ہماری بے کسی اور کبھی کبھی بے اعتنائی پر ہزار آنسو بہاتی ہوگی اور اس حسرت سے ان کا سینہ داغ ہو چکا ہوگا کہ کاش ہم مغرب میں ہوتے تو اس بے کسی کا شکار نہ ہوتے، مجھے یقین ہے کہ ان خادموں میں ہزاروں کی تعداد ایسی ہوگی جن میں سے ہر ایک کے کارنامے متعدد تصانیف کے مستحق ہیں، بعض پر تو شاید اتنی کتابیں لکھی جا سکتی ہیں جن سے ایک کتب خانہ وجود میں آجائے مگر ان میں اکثر ایک ذمہ دارانہ مقالے کو بھی ترستی ہیں۔

۹۔ اسلامی علوم و تاریخ سے متعلق سیکڑوں واقعات کو اختصاراً یکجا کر دیا گیا ہے تاکہ اوسط درجے کے آدمی کو آسانی سے استفادہ کا موقع مل سکے۔

راقم نے یہ یادداشتیں پروفیسر عبدالحئی حبیبی کی تحقیقات سے جو فضائل بلخ کے حاشیے میں درج ہیں، تیار کی ہیں، آسانی کی غرض سے اصل منابع درج کر دیے گئے ہیں، ورنہ اصل بات تو یہ ہے کہ اکثر و بیشتر میرا ماخذ فضائل بلخ ہی ہے۔

Marfat.com

اسلامی دور میں ایران کے اہم تہذیبی مرکزوں کی متعدد تاریخیں لکھی گیئں، ان مراکز میں سمرقند، بخارا، نیشاپور، بلخ، ہرات، غزنہ، اصفہان، شیراز قابل ذکر ہیں، ان تاریخوں میں اہلِ علم ودانش، محدث وفقیہ، شاعر وادیب، عارف وصوفی، مؤرخ ومحقق، سب کا تذکرہ شامل ہوتا، لیکن ان میں سے اکثر کتابیں دست برد زمانہ کی نذر ہوچکی ہیں، جو چند کتابیں باقی ہیں، ان میں فضائل بلخ کا فارسی ترجمہ بھی ہے۔

فضائل بلخ کے مؤلف شیخ الاسلام ابوبکر بن عمر بن محمد بن داؤد واعظ بلخی ہیں، انھوں نے ۶۱۰ھ میں اس کو عربی میں لکھا تھا، لیکن یہ عربی نسخہ اس وقت ناپید ہے، البتہ اس کا فارسی ترجمہ موجود ہے، مترجم کا نام عبداللہ محمد بن محمد بن حسین حسینی بلخی ہے، انھوں نے بلخ ہی میں یکم ذی قعدہ ۶۷۶ ہجری میں یہ ترجمہ مکمل کیا، اسی ترجمے کے تین نسخے موجود ہیں، ایک کتاب خانۂ ملی پیرس اور دو لینن گراڈ اکاڈمی کے کتاب خانہ میں، پیرس کا نسخہ ۹۰۰ ہجری کا ہے، بقیہ دو نسخے جدید ہیں، ان تینوں نسخوں کی مدد سے افغانستان کے مشہور استاد عبدالحیؔ حبیبی نے ایک نہایت عمدہ تنقیدی متن تیار کیا، اور مفصل حواشی اور محققانہ تعلیقات کے ساتھ ۲۱ سال قبل ۱۳۵۰ شمسی میں بنیاد فرہنگ تہران کی طرف سے شائع کیا ہے، مصحح کے حواشی تاریخ اسلام اور فقہ وحدیث وتفسیر قرآن کے دقیق مطالعے کا حاصل ہیں۔

فضائل بلخ، ایک مقدمہ، اور تین فصلوں پر مشتمل ہے، مقدمہ اور پہلی دو فصلیں صرف ۵۵ صفحات کو حاوی ہیں، اور تیسرا حصہ جو تذکرہ ہے ۵۶ سے ۳۹۰ صفحات پر مشتمل ہے، ظاہر ہے کہ مصنف نے سیکڑوں کتابوں کے مطالعے کے بعد یہ کتاب مرتب کی ہوگی، لیکن جن کتابوں کا نام خصوصیت سے آیا ہے ان کے متعلق ایک یادداشت درج کی جاتی ہے۔

۱۔ سلوۃ العارفین، اس ماخذ کا ذکر فضائل بلخ کے ص ۱۷۰ اور ۲۲۴ پر آیا ہے)۔

دوسرا نام کتاب السلوۃ ہے جو ص ۱۴۰ پر مذکور ہے، اور ص ۲۸۳ پر ایک نام کتاب العارفین وانیس المشتاقین آیا ہے۔ استاد عبدالحی حبیبی نے سلوہ نام کی متعدد کتابوں کا ذکر کیا ہے جو فضائل بلخ سے قبل عربی اور فارسی میں لکھی گئی تھیں، مگر ان کے نزدیک کتاب السلوۃ وہی کتاب ہے جس کے مؤلف علی بن یوسف صوفی متوفی ۴۶۳ھ ہیں،

Marfat.com

البتہ سلوۃ العارفین اور کتاب العارفین و انیس المشتاقین شاید ایک ہی کتاب ہے؛ اس کا اصل نام سلوۃ العارفین و انیس المشتاقین ہے اور اس کے مؤلف محمد بن عبدالملک بن خلف طبری سلمی متوفی ۴۸۰ھ ہیں، یہ کتاب بقول سبکی (۴۲۷ - ۴۷۱ھ) رئیس ابو علی حسان بن سعید منیعی کے لیے ۴۵۹ھ میں ۷۲ باب میں تالیف ہوئی تھی، اس کے اس نسخے کے علاوہ جو منیعی کو تقدیم ہوا کسی نسخے کا علم سبکی کو بھی نہ تھا۔

۲۔ رسالہ قشیری، یہ عارفانہ رسالہ امام عبدالکریم بن ہوازن قشیری نیشاپوری (متوفی ۴۶۵ھ) کی تالیف ہے، یہ کتاب ہر زمانے میں کافی مقبول رہی ہے، صوفیانہ موضوع پر اس کے بعد جتنی کتابیں لکھی گئیں، ان سب میں اس رسالے سے کافی استفادہ ہوا ہے، یہ رسالہ عربی زبان میں ہے اور چھپ چکا ہے، رسالہ قشیری یا قشیریہ کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے، فضائل بلخ میں بھی اس سے کام لیا گیا ہے چنانچہ ص ۱۳۱، ۲۲۲ اور ۲۵۲ پر اس سے استفادہ ہوا ہے۔

۳۔ تذکرۃ الاولیا، خواجہ فریدالدین عطار (متوفی ۶۲۷ھ) کا تذکرۃ الاولیا نہایت مشہور تذکرہ ہے، فضائل بلخ (ص ۱۲۰) میں سفیان ثوری کا ایک قول یعقوب قاری (شیخ زاہد) کے متعلق نقل ہے، لیکن یہ قول عطار کے تذکرے میں سفیان ثوری کے ذیل میں نہیں، اور یعقوب قاری کا ذکر اس تذکرے میں نہیں آیا، اس سے خیال ہوتا ہے کہ شاید مؤلف فضائل بلخ کی مراد کسی دوسرے تذکرے سے ہو، لیکن چوں کہ عطار اور واعظ بلخی یعنی مؤلفِ فضائل معاصر تھے اس لیے بلخی کا عطار کے تذکرے سے استفادہ کرنا عین ممکن ہے۔

۴۔ الحدائق لاہل الحقائق (ص ۱۴۷) تالیف عبدالرحمٰن بن محمد ابن الجوزی بغدادی (۵۰۸ - ۵۹۷ھ)، یہ کتاب سو مجلسوں میں منقسم ہے، اس کا خطی نسخہ تین جلدوں میں موجود ہے (رک: الاعلام ۴/۸۹)

۵۔ کتاب ضحاک (ص ۴۴) اسلامی دور کے اوائل میں ضحاک نام کے کئی دانشور گزرے ہیں، معلوم نہیں کہ مؤلف فضائل بلخ کی مراد کس ضحاک سے ہے، خود فضائل بلخ میں دوسرے صاحب ترجمہ ضحاک بن مزاحم بلخی (م: حدود ۱۰۰ھ) تابعی ہیں، لیکن ان کی کسی کتاب کا ذکر نہیں ہوا ہے۔

۶۔ نزہتہ الخاطر و سرخدام الغاتر (ص ۱۱۶، ۳۲۷)۔ اگرچہ اس نام کی کئی کتابیں

Marfat.com

ملتی ہیں لیکن ان میں سے اکثر فضائل بلخ سے مؤخر ہیں، یاقوت نے ایک کتاب نہزۃ الخاطر ونزہتہ الناظر تالیف علی بن یوسف قفطی (۵۶۸ - ۶۴۶ھ) کا ذکر کیا ہے لیکن یہ کتاب مؤلف فضائل بلخ کی استفادہ کردہ کتاب سے الگ ہے۔

۷۔ کتاب النوازل تالیف ابواللیث نصر بن محمد فقیہ سمرقندی (متوفی ۳۷۶ھ)، اس کتاب کے خطی نسخے باقی رہ گئے ہیں، مگر یہ کتاب ہنوز چھپی نہیں (ص ۱۸۲، ۲۲۷)

۸۔ کتاب النوادر تالیف ابواللیث نصر بن محمد فقیہ سمرقندی (ص ۱۸۱)

۹۔ جمل الغرائب (ص ۲۳۹) تالیف قاضی بیان الحق شہاب الدین محمود بن ابوالحسن علی نیشاپوری، مؤلف کثیر التصانیف ہے، ان کی تصانیف میں ایجاز البیان عن معانی القرآن وزبدۃ التفاسیر وکتاب شوارد الشواہد ہیں، ایجاز کی تالیف ۵۵۳ھ میں خجند میں ہوئی تھی۔

۱۰۔ حلیۃ الاولیا وطبقات الاصفیا (ص ۲۶۴) تالیف حافظ ابونعیم بن عبداللہ بن احمد اصفہانی (۳۳۶ - ۴۳۰ھ)، یہ کتاب مصر میں دس جلدوں میں شائع ہو چکی ہے۔

۱۱۔ کتاب العافیہ (ص ۲۷۴ - ۲۷۶) تالیف علی بن حسن مستملی، اس کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں۔

۱۲۔ تصانیف ہرثمہ (ص ۲۲۷)، ان کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں ہے۔

۱۳۔ امالی شیخ المشائخ محمد بن کعب قرظی (ص ۴۴۲)، اس امالی کے بارے میں کوئی اطلاع نہیں، محمد بن کعب بن سلیم کا تعلق بنی قریظہ سے ہے، وہ مدینہ کے بڑے فضلا میں ہیں اور راوی حدیث بھی ہیں، تاریخ وفات ۱۱۹ یا ۱۲۰ ہے (رک: حاشیہ ص ۳۸۵)

۱۴۔ امالی شیخ الاسلام محمد بن احمد بلخی (ص ۴۳۹، ۴۴۲)، شیخ کے امالی کا پتہ نہیں، البتہ ان کا تفصیلی ذکر فضائل بلخ میں موجود ہے، وہ آخری بزرگ جن کا تذکرہ فضائل میں آیا ہے، تاریخ وفات ۵۸۴ھ ہے، مؤلف فضائل بلخ ان کی خدمت میں رہے ہیں۔

۱۵۔ امالی قاضی القضاۃ ابوبکر محمد بن عبدالملک اسکافی (ص ۴۰۴)، قاضی ابوبکر محمد بن عبدالملک اسکافی ۶۵ ویں شیخ ہیں جن کا ذکر فضائل بلخ میں شامل ہے، ان کا تعلق ایک بڑے شریف خاندان سے تھا، اور بلخ کے قاضی وخطیب تھے، سنہ وفات ۴۷۵ھ ہے، شیخ کی امالی کا پتہ نہیں، البتہ اس کے کچھ اقتباسات فضائل بلخ میں

Marfat.com

موجود ہیں۔

۱۶۔ کتاب الدلائل البینات، (ص ۳۴۶) تالیف ابوالعباس مستغفری (۳۵۰ ۔ ۴۳۲ھ) ان کا نام جعفر بن محمد نسفی تھا، ان کا شمار قرن پنجم کے مشہور فقہا میں ہوتا ہے، اس کتاب کے بجائے کشف الظنون (۱ : ۷۶) میں دلائل النبوہ کا ذکر ہے، اور زرکلی نے الاعلام (۲ : ۱۲۳) میں ایک کتاب بنام الشمایل والدلایل لکھی ہے۔

۱۷۔ مناقب بلخ تالیف ابوزید بلخی (ص ۶۰)، ابوزید احمد بن سہل بلخی (۲۳۵ ۔ ۳۲۲ھ) مشہور متکلم اور فلسفی ہیں" وہ بلخ کے ایک دیہات میں پیدا ہوئے، دنیا بھر کی سیاحت کے بعد واپس وطن لوٹے تو ان کو وزارت کی پیش کش کی گئی، مگر انھوں نے اس کو رد کردیا، وہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کی مناقب بلخ مفقود ہے۔

۱۸۔ تاریخ بلخ محمد بن عقیل، محمد بن عقیل بن ازہر بلخی متوفی ۳۱۶ھ، بڑے درجے کے امام اور محدث ہیں، ان کا ذکر فضائل بلخ میں (شمارہ ۴۲) ہوا ہے، اور ان کی تین اور کتابوں کا نام دیا گیا ہے: کتاب الصحیح، کتاب الدقایق اور شمائل الصالحین، تاریخ بیہق تالیف ابوالحسن علی بیہقی (تالیف ۵۵۰ھ، ص ۱۹، ۲۱، طبع ایران) میں اس کا ذکر موجود ہے، مگر اب یہ کتاب مفقود ہے۔

۱۹۔ طبقات علی بن الفضل طاہر (ص ۸) بلخ سے متعلق یہ طبقات چار مجلد میں علی بن فضل طاہر نے مرتب کیے تھے، لیکن اب ان کا پتا نہیں، مؤلف فضائل بلخ نے مقدمۂ کتاب میں اس کا ذکر کیا ہے۔

۲۰۔ کتاب البہجہ (ص ۸) تالیف شیخ الاسلام یونس بن طاہر النصیری البلخی (م: ۴۱۱ھ) شیخ الاسلام مذکور کا تذکرہ فضائل بلخ میں (شمارہ ۵۳) آیا ہے، دراصل یہ اصحاب ابو حنیفہ کا تذکرہ تھا، اس کا ایک دفتر بلخ کے اصحاب پر تھا، یہ کتاب اب[1] ناپید ہے۔

---

[1] ۱۰۴۵ ہجری تک اس کتاب کا وجود بظاہر ثابت ہے اس لیے کہ اس کتاب کے اقتباسات بحر الاسرار تالیف محمود بن ولی کتابدار میں پائے جاتے ہیں، بحر الاسرار کے نسخے تاشقند اور روسی ترکستان کے بعض کتاب خانوں میں موجود ہیں (فضائل بلخ مقدمہ ص ۲۸ حاشیہ)

Marfat.com

۲۱۔ طبقات عبداللہ جویباری، طبقات کا ایک دفتر عبداللہ جویباری کا تھا (ص ۸)، جویباری سفینہ رومان بلخی (فضائل بلخ میں مذکور سب سے پہلے شیخ) کی اولاد میں تھے، ان کا زمانہ قیاساً دوسری صدی ہجری قرار پاتا ہے، بہرحال اب طبقات کا وجود نہیں ہے۔

۲۲۔ کتاب علمائے بلخ تالیف ابواسحاق مستملی، اس کا اصل نام کتاب الکبیر ہے، چوں کہ علمائے بلخ کا تذکرہ ہے، اس لیے اس نام سے بھی اس کا ذکر ملتا ہے، کتاب الانساب سمعانی میں اس کو طبقات اہل بلخ کہا گیا ہے، مستملی کا پورا نام ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن ابراہیم بن داؤد بلخی ہے، ان کی یہ کتاب کافی مشہور تھی چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس سے استفادہ کیا ہے، مستملی امام بخاری کے معاصر تھے، ان کا تذکرہ فضائل بلخ میں (شمارہ ۵۲) موجود ہے، کتاب الکبیر اب ناپید ہے۔

۲۳۔ تاریخ بلخ ناصرالدین سمرقندی، یہ تاریخ اہالی بلخ کے محاسن میں پانچ دفتر میں قلم بند ہوئی تھی، سید ناصرالدین (متوفی ۵۵۶ھ) فاضل اجل اور متعدد کتب کے مصنف تھے، ان میں بعض یہ ہیں: النافع درفقہ، جامع الفتاوی، بلوغ الارب، ریاضۃ الاخلاق، مصابیح السبل (دو مجلد) در فروع حنفیہ، الملتقط در فتاوی حنفیہ و خلاصۃ المفتی و کتاب الاخصاف وغیرہ وغیرہ۔ النافع ۵۵۵ھ کی تالیف ہے اور اس کا ایک نسخہ مولوی ابوالوفا رئیس مجلس معارف نعمانیہ حیدرآباد دکن کے یہاں موجود ہے، ناصرالدین سمرقندی کی اکثر کتابیں مع تاریخ بلخ کے ناپید ہیں، سید ناصرالدین کے حالات الجواہر المضیۃ ۲/۱۴۲، طبقات القاری والفوائد البہیہ ۲۱۹، قندیہ ۲۱، تاریخ ملازادہ ۵۹، کشف الظنون ۵۶۵، ایضاح المکنون ۱/۱۹۴، الاعلام ۸/۱۳، اسمار المولفین ۲/۹۴ وغیرہ وغیرہ میں مندرج ہیں۔

ان کتابوں کے علاوہ متعدد کتب احادیث و علوم سے صفی الدین ابوبکر واعظ بلخی نے فضائل بلخ کی ترتیب میں استفادہ کیا تھا۔

نذیر احمد
علی گڑھ

Marfat.com

تلخیص فضائل بلخ

جیسا کہ عرض ہو چکا ہے فضائل بلخ ایک مقدمہ (مفتح الکتاب)، تین فصل، فصل اول فضائل بلخ، فصل دوم شمائل بلخ، اور فصل سوم تذکرۂ علمائے بلخ پر مشتمل ہے: مقدمہ (ص ۹ - ۱۲) میں بلخ کی پانچ تاریخوں، یعنی طبقات عبداللہ جویباری، کتاب علمائے بلخ ابو اسحاق مستملی، طبقات علی فضل طاہر، کتاب البہجہ یونس بن طاہر نصیری اور ناصر الدین ابو القاسم کی تاریخ محاسن و مآثر اہالی بلخ کے تعارف کے بعد لکھا ہے کہ استخارہ کے بعد بلخ کے ان ستر علما و فضلا و فقہا کے حالات درج کیے ہیں جو وہاں مدفون ہیں اور ہر ایک کی روایت سے کوئی نہ کوئی حدیث لکھی ہے، غالباً اسی آخری تخصیص کی وجہ سے بعض فضلائے بلخ اس تذکرے میں شامل نہ ہو سکے، ان میں ایک ابو زید بلخی ہیں جو باوجود غیر معمولی فضیلت و شہرت کے مؤلف فضائل بلخ کے انتخاب میں نہ آئے، حالاں کہ ان کی تصنیف مناقب بلخ ابو بکر واعظ[1] کے پیش نظر تھی، یہی حال ابو المعاشر بلخی کا بھی ہے۔

---

[1] ص ۶۰ فضائل۔

Marfat.com

فصل اوّل (ص ۱۳-۴۲)

بلخ کے فضائل میں ہے، اس شہر کے فضائل میں حضور نبی کریمؐ کی ایک حدیث اور حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے اقوال نقل کیے ہیں، دوبارہ چند احادیث اور متعدد اقوال درج کیے ہیں جن میں شہر بلخ کی فضیلت وارد ہے، بلخ کی بنیاد گشتاسپ نے ڈالی، حضرت سعید بن عثمانؓ نے اَوّل اوّل اس کو ۵۶ھ سے قبل حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں فتح کیا اور بلوریاں میں مسجد بنوائی، ہشام بن عبدالملک (۱۰۵-۱۲۵ھ) اسد بن عبداللہ قسری خراسان کا والی مقرر ہوا، اس نے ۱۱۸ھ میں بلخ میں جامع مسجد بنوائی اور ۱۲۴ھ میں نوبہار کا آہنی دروازہ تیار کرایا جو ۵۰۷ھ میں شرف الزمان کے توسط سے قندز منتقل ہوا، فضل بن یحییٰ برمکی نے ۱۷۸ ہجری میں شہر میں ایک نہر نکلوائی، ۲۳۳ ہجری میں داؤد عباس والی بلخ ہوا، اس نے بیس سال نوشاد کی بنا میں صرف کیے، اس کی بیوی خاتون داؤد جواں مردی میں اپنی آپ مثال تھی (اس وقت بلخ بہت بڑا شہر ہو چکا تھا، اس میں ۱۸۴۸ مساجد، ۴۰۰ بڑے کالج، ۱۲۰۰ مفتی، ۹۰۰ بڑے اسکول (دبیرستان)، ۵۲۰ ماہر ادیب، ۵۰۰ حمام، ۴۰۰ گنبد یخدان، ۳۰۰ عوامی حوض، ۱۲۰۰ سردابہ تھے)، اسد بن عبداللہ کے بعد جعفر[1] بن محمد بن الاشعث خراسان کا والی ہوا، انھوں نے قندز میں جامع مسجد بنوائی اور جعفر آباد شہر بسایا، پھر بلخ آیا، یہاں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی، اس کے بعد خزاعی[2]

---

[1] بظاہر یہ صحیح نہیں ہے، اس لیے کہ وہ ہارون الرشید کے عہد میں ۱۷۱ ہجری میں ابوالعباس طوسی کے بعد والی خراسان ہوا (زین الاخبار ص ۱۲۹)

[2] خزاعی ۱۷۷ ہجری میں والی خراسان ہوا (فضائل بلخ ص ۳۶ ح)

Marfat.com

(حمزہ بن مالک ؟) نے وہاں کے دو آہنی دروازوں کو اکھاڑ کر ایک اپنے گھر میں دوسرا شہر خلم بھیج دیا، اس کے بعد موسیٰ بن عمران والی ہوا، اس نے دعویٰ کیا کہ نماز ۵۰ وقت کی پڑھنا چاہیئے اور اذان میں اشہدُ انَّ علیاً رسول اللہ کہنا چاہیئے، مسلمانوں نے شورش کی اور اس کو ۲۰۲ھ میں قتل کر ڈالا۔

اس کے بعد طلحہ[1] بن طاہر والی ہوا، وہ ظالم تھا، مرگ مفاجات سے فوت ہوا، اس کے بعد عباس بن ہاشم[2] ۲۱۹ھ میں والی ہوا، اور ۱۴ سال تک وہ حاکم رہا، اس کے بعد اس کا بیٹا[3] داؤد ۲۳۳ھ میں حاکم ہوا، وہ بیس سال تک نوشاد کی بنا میں مشغول رہا، خاتون داؤد اس کی بیوی تھی، اس کے بعد یعقوب لیث[4] سجزی والی ہوا اور ولاۃ کا سلسلہ ختم ہوگیا۔

صفی الدین ابوبکر نے لکھا ہے کہ بلخ کی رونق کا اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک گز زمین کی قیمت[5] ہزار درم تھی،

آخر میں شیخ صفی الدین ابوبکر نے ۱۷ بزرگوں کے نام درج کیے ہیں جن کو مفاخر بلخ بتایا ہے، ان میں چار[6] علم تفسیر اور علم قرات میں بے نظیر گزرے ہیں۔

---

[1] طاہریوں کا دوسرا بادشاہ (۲۰۷ — ۲۱۳ھ)

[2] ہاشم امیر وخش تھا جس کی وفات ۲۴۳ ہجری بتائی جاتی ہے۔

[3] اس نے سکہ بھی جاری کیا تھا، ۲۵۸ھ میں یعقوب کے ہاتھوں اس کی امارت ختم ہوئی، بقول صفی الدین ابوبکر صاحب فضائل بلخ اس کی قبر اجابت دعا کے لیے مخصوص ہے (ص ۳۹،۲۰) زین الاخبار ص ۱۳۹ میں ہے کہ یعقوب لیث نے ۲۵۶ میں بلخ پر حملہ کیا اور اسے ویران کردیا، داؤد بن عباس بن ہاشم بن ماہجور کی بنا کردہ عمارتوں کو برباد کر ڈالا۔ نیز دیکھیے تاریخ سیستان ص ۲۱۶۔

[4] بانی دولت صفاری، اس نے ۲۵۴ سے ۲۶۵ تک حکومت کی، اور کابل سے فارس تک تمام خطے اس کے قبضۂ اقتدار میں تھے۔

[5] دوبارہ بھی تعداد ملتی ہے، ص ۲۱، ص ۱۴۱۔

[6] ان چاروں کا ذکر فصل سوم میں بالترتیب زیر شمارہ ۲، ۶، ۵، ۸ ہوا ہے۔

Marfat.com

عطار میسرہ الخراسانی

ضحاک بن مزاحم

مقاتل بن حیان

مقاتل بن سلیمان

حسب ذیل چار[1] قضاۃ، علم و عدل، امانت و دیانت میں شہرۂ آفاق تھے،

متوکل بن حمران

عمر بن میمون الرماح

عبداللہ الرماح

ابو مطیع

زاہدوں میں حسب ذیل چار[2] بزرگ قابل ذکر ہیں:

ابو سفیان[3] کثیر بن زیاد صاحب الجیش

ابراہیم بن ادھم

وسیم بن جمیل

یعقوب قاری

اہل لغت میں اخفش سعید بن مسعدۃ[4] المجاشع

معبروں میں حسب ذیل تین بزرگ:

مخضع معبر

ہیشم معبر

یزید بن نعیم معبر

---

[1] ان چاروں بزرگوں کا ذکر فصل سوم میں بالترتیب زیر شمارہ ۷، ۱۱، ۱۸، ۱۴ ہوا ہے۔

[2] ان میں کثیر کے علاوہ تینوں بزرگوں کا تذکرہ فصل سوم میں زیر شمارہ ۹، ۱۵، ۱۰ موجود ہے۔

[3] ان کی کنیت ابو سہل بصری ہرسانی ملتی ہے، وہ بلخ تشریف لے گئے اور ابوالعالیہ سے حدیث روایت کی ہے، سنن ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ میں ان سے حدیث منقول ہے۔ (خلاصہ ۳۰۲)۔

[4] ان کی وفات ۲۱۵، یا ۲۲۱ میں ہوئی۔

Marfat.com

اطبا میں یوحنا[1] بن ماسویہ

امرائے بزرگ میں برامکہ اور ملوک و امرا میں آل سامان[2]

---

[1] متوفی ۲۴۳ھ، مگر اس کا بلخی ہونا مشتبہ ہے (رک فضائل ص ۴۲ حاشیہ)۔

[2] حمزۂ اصفہانی سامان کو بلخ کا قریہ بتاتے ہیں، اسد سامانی کی نسبت اسی قریہ کی طرف ہے (سنی ملوک الارض ص ۱۵۰)۔

129536

Marfat.com

فصل دوم (ص ۴۳-۵۵)

اس فصل میں بلخ کی نعمتوں کا ذکر کیا ہے، پہلے دینی نعمت کا، پھر دنیوی؛ دینی نعمتیں یہ ہیں:

۱۔ اس کی بنا عہدِ[1] اسلام میں پڑی، یہاں کے رہنے والے راسخ العقیدہ ہیں، اسی بنا پر اس کو قبۃ الاسلام کہنا جائز ہے۔

۲۔ یہ شہر اہلِ اسلام کے لیے مخصوص ہے، یہودی، نصرانی، مجوسی اور اہل ذِمہ سے پاک ہے اور "ملت" حنفی کے علاوہ کوئی دوسری ملت نہیں۔

۳۔ بجز مذہب سنت و جماعت کے کوئی دوسرا مذہب نہیں۔

۴۔ ہر حادثے کے موقع پر اہل بلخ خدا پر توکل کرتے ہیں۔

۵۔ یہاں کے باشندے عزیب دوستی میں ضرب المثل ہیں۔

۶۔ فقرا و ضعفا پر احسان، اور علما کی تربیت یہاں کے لوگوں کا عام شیوہ ہے، وہ اخلاقِ حمیدہ کے حامل، فقیہ اور متدین ہیں، پارسی دری میں مایل بیان کرتے ہیں تاکہ عام لوگوں کو آسانی ہو۔

۷۔ یہاں کے لوگ متواضع، حلیم، جواد اور کریم ہیں۔

۸۔ عربی زبان اور اسلامی علوم میں بڑی دستگاہ رکھتے ہیں۔

---

[1] مؤلف فضایل نے لکھا ہے کہ گشتاسپ نے بنیاد ڈالی، لیکن ترقی اہلِ اسلام کے زمانے میں ہوئی۔

Marfat.com

دنیوی نعمتیں یہ ہیں :

۱۔ دوسرے شہروں کے مقابلے میں قدیم ہے۔
۲۔ اس کی شہرت اطراف و اکنافِ جہاں میں پھیلی ہوئی ہے۔
۳۔ اس شہر کی جائے وقوع دو پہاڑوں کے درمیان ایک بڑی وادی میں ہے۔
۴۔ قافلوں کی گزرگاہ ہے، ایسا مجمع سوائے مکہ کے اور کہیں نظر نہیں آتا۔
۵۔ اس شہر میں ہر سال ہندوستان سے عقاقیر اور عطریات، شکر اور فانیذ اور دوسری قیمتی اشیا آتیں، ترکستان کی طرف سے کنیز و غلام لائے جاتے، ترکستانی سوداگر طفغاج سے نقرئی کلیچے جو سوم کہلاتے تھے لاتے، فرغانہ سے ابریشم اور دوسرے جواہرات وغیرہ لاتے۔
۶۔ یہاں کی معدنیات میں نمک، تانبا، گندھک، سیسا ہیں اور لکڑی کے لیے بھی یہ خطہ مخصوص ہے۔
۷۔ یہاں پانی افراط سے ہے، بغیر نہروں کے چشمے سے میدان میں آتا ہے۔
۸۔ یہاں کا پانی گندھک[1] زاک اور نمک کی آمیزش سے پاک ہے۔
۹۔ یہاں کی زمین میں روئیدگی اتنی ہے کہ سیب کی ڈال جس میں جڑ اور ریشے نہ ہوں وہ بھی اُگ آتی ہے۔
۱۰۔ یہاں زہر دار جانور کم ہیں، جیسے مصر اور سجستان کے زہریلے سانپ، یا نصیبین کے بچھو، یا اہواز کے جرارے (ایک قسم کے پیلے بچھو جو افعی سے زیادہ زہریلے ہوتے ہیں) یا سواحل کے مچھر۔
۱۱۔ یہاں کی آب و ہوا بہت صحت بخش ہے، یہاں وبا اور جذام کا نام و نشان نہیں۔
۱۲۔ شہر کی بزرگی، خلق کا انبوہ، نفع و فایدہ حاصل کرنے کے مواقع، ایک دوسرے کو فائدہ پہنچانے کا جذبہ اتنا ہے کہ اس سے شہر کی نعمت اور رفاہیت میں اضافہ ہوا ہے۔
۱۳۔ قدرتی نہروں اور چشموں کی وجہ سے دیہات آباد اور سرسبز ہیں، اکثر گاؤں میں جامع مسجد اور بازار، مفتی اور مدرس اور قاضیِ عدل ہیں، میووں کی کثرت ہر جگہ ہے

---

[1] مؤلف کو معلوم نہیں کہ گندھک کی آمیزش پانی کے لیے مفید ہے۔

Marfat.com

۱۴۔ یہ خطہ ایک بڑی وسیع آبادی کے ساتھ مخصوص ہے، اس کے ایک طرف دریائے جیحون دوسری طرف بلند پہاڑ ہیں، پانی کی کثرت، درختوں اور پھلوں کی زیادتی کا سبب ہے، کھیتیاں ہر طرف لہلہاتی ہیں، پہاڑ، قسم قسم کے درخت، عمدہ گھاس اور خوشبودار پودوں کی وجہ سے کلبۂ عطار معلوم ہوتے ہیں، جیحون میں کشتیاں چلتی ہیں، ان کی وجہ سے تجارت کا سامان آسانی سے آتا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہاں کے لوگ فارغ البال ہیں۔

۱۵۔ یہاں کے کسانوں کی آمدنی بہت کافی ہے، وہ اچھے دام پر اپنی چیزیں ملاحوں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں، علاوہ بریں ہر طرف سے تاجر آتے ہیں اور ان کی وجہ سے تجارت کی منڈیاں قائم ہو گئیں۔

۱۶۔ یہاں کے لوگ عمارت بنوانے کا شوق رکھتے ہیں، مساجد، مدارس اور رباط وغیرہ کی شکل میں ہر سال نئی نئی تعمیرات ہوتی رہتی ہیں۔

۱۷۔ یہاں فقرا و مساکین پریشان حال نہیں ہیں، اس لیے کہ اس شہر کے لوگ بڑے اہلِ خیر ہیں۔

۱۸۔ اس شہر کو قدرتی طور پر دفاع کے مواقع حاصل ہیں، پہاڑ پناہ کی جگہ ہیں، دریا قدرتی رکاوٹ پیدا کر سکتے ہیں، قحط کی صورت میں طخارستان اور کوہستان اور ماوراء النہر کے اطراف سے وافر سامان آجاتا ہے، شہر کی آب و ہوا خراب ہو جائے تو دیہات میں پناہ لے سکتے ہیں۔

۱۹۔ متعدد بادشاہوں نے اس شہر کو اس کی خوبیوں کی وجہ سے اپنا دار الخلافہ بنایا تھا۔

۲۰۔ اس شہر کے باشندے عجیب و غریب خصوصیات کے حامل تھے، تندرست اور قوی الجثہ ہوتے ہیں، فصاحت و بلاغت، جود و سخاوت، علمی فضیلت و جرأت میں بے نظیر اور دقت فہم، زیرکی، حذاقت، راستیٔ طبع اور سرعتِ انتقالِ ذہنی میں کافی شہرت رکھتے ہیں۔

۲۱۔ اس خطے کو نامدار بادشاہوں نے کورۂ[1] مبارکہ سے مخاطب کیا ہے۔

۲۲۔ اگر اس شہر میں کوئی بلا نازل ہوتی تو اس خاک میں مدفون بزرگوں کی برکت سے وہ بلا دور ہو جاتی ہے۔

---

[1] کورہ بمعنی شہرستان و ناحیہ

Marfat.com

مؤلف نے لکھا ہے کہ اس نے ۵۰۰ھ سے شمار کیا ہے تو معلوم ہوا کہ ۲۶ سے زیادہ ایسے ظالم ہلاک و برباد ہو گئے ہیں جنھوں نے اس خطے پر ظلم ڈھائے۔

۲۳۔ علما و فضلا کی کثرت اور خراج کی قلت کے لیے مخصوص ہے۔

۲۴۔ اس شہر کی جائے وقوع اس طرح پر ہے کہ شمال کی طرف سے نہایت عمدہ ہوا چلتی ہے، دوسری طرف ماوراء النہر کے پہاڑ سے نسیم صبا آتی ہے اور یہاں کے رہنے والوں کے دماغ معطر کر دیتی ہے۔

۲۵۔ اس شہر کے چار دروازے ہیں، ہر دروازہ بڑے بازار میں کھلتا ہے، اور شہر کی گلیاں بھی بازار تک پہنچتی ہیں۔

قصہ مختصر، بلخ کی خوبیاں اور یہاں کے باشندوں کے خصائل اتنے ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا؛ آخر میں بلخ کی تعریف میں یحییٰ[1] بن معاذ رازی کے یہ عربی اشعار پر اس فصل کا خاتمہ ہوا ہے:

رحلنا غدوة من اہل بلخ — علیٰ بلخ و من فیہا السلام
اقمنا ما اقمنا فی السرور — ورلیف انہم قوم کرام
اذا رمت المقام بارض قوم — ففی بلخ یطیب لک المقام

(صبح ہم بلخ سے دور گئے، بلخ اور بلخ والوں پر سلام ہو)
(اس جگہ اقامت کی خوشی و نعمت سے ہمکنار رہے، اس لیے کہ یہ لوگ کریم ہیں)
(اگر کسی جگہ ناسازگار لوگوں سے سروکار ہو تو بلخ میں تجھے اطمینان کی جگہ نصیب ہوگی)

---

[1] ابوزکریا یحییٰ بن معاذ رازی شہر رے کے واعظ اور زاہد تھے، وہ بلخ آئے اور کچھ دن یہاں مقیم رہے، ۲۵۸ ہجری میں نیشاپور میں انتقال کیا۔

Marfat.com

فصل سوم

علمائے بلخ (ص ۵۶ - ۹۰ ۳)

اس فصل میں ۱۰ بزرگوں کا تذکرہ ہے جن میں ایک صحابی، چند تابعی اور چند تبعِ تابعی ہیں۔

(۱) حضرت رومانؓ بلخی (ص ۵۶ - ۶۱)

حضور علیہ السلام نے ان کو سفینہ کہا ہے، واقدی[۲] نے لکھا ہے کہ ان کا مولد عرب تھا، حضورؐ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا تھا، لیکن سعید[۳] بن جمہان سے منقول ہے کہ رومان نے فرمایا کہ حضرت ام سلمہ[۴] نے مجھے خریدا اور آزاد کر دیا اس شرط پر کہ حضورؐ کی خدمت میں رہوں، راویِ حدیث تھے، ان کی روایت کی ہوئی چند حدیثیں فضائل میں مندرج ہیں، مثلاً:
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورضی اللہ عنہ : المستشار[۵] مؤتمن۔

---

۱ مزید دیکھیے اسد الغابہ ۲/۳۲۴۔

۲ مؤرخ اسلام و عالم حدیث ہیں (۱۳۰ تا ۲۰۷ھ)۔

۳ ابو حفص سعید بن جمہان اسلمی بصری متوفا ۱۳۶ھ۔

۴ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ ہند بنت سہیل بن مغیرہ قرشی مخزومی م: ۶۲ھ، وہ مصنفہ تھیں اور
۸ ۳۷۸ احادیث کی راوی۔

۵ حدیث بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ میں چند احادیث کے آغاز میں نقل ہے (الجامع الصغیر ۲/۱۸۶)۔

Marfat.com

یعنی رومان رضی اللہ عنہ نے حضور علیہ السلام سے روایت کی کہ جس نے خدا کے حکم کو اپنا امام ٹھہرایا اور سارے کاموں میں قرآن کو پیشرو بنایا اور اس حکم قرآنی "شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ" (کام میں ان حضرات سے مشورہ کر اور جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرے تو خدا پر بھروسہ کر) پر عمل کیا، تو اس شخص کا حق کہ جس سے مشورہ کیا جائے یہ ہے کہ اس کو امانت دار سمجھ کر کوئی نصیحت یا کوئی رائے اس سے مخفی اور پوشیدہ نہ رکھی جائے ... جاءنی جبرئیل علیہ السلام فقال:[2] بشر سفینۃ بامان من النار، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام نے خدا کا یہ پیغام پہنچایا کہ سفینہ کو آتش دوزخ سے نجات کا مژدہ دیجئے۔

شیخ الاسلام صفی الدین ابو نباتہ سے روایت کرتے ہیں کہ سعید بن جمہان سے میں نے پوچھا کہ حضرت سفینہ کو آپ نے کہاں دیکھا، انھوں نے فرمایا: ایک جگہ جس کو بطن نخلہ کہتے ہیں، میں نے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے، فرمایا: میں اپنا نام نہ بتاؤں گا، البتہ جو نام رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیا ہے، وہ سفینہ ہے؛ سعید فرماتے ہیں کہ میں نے مزید سوال کیا کہ سفینہ کیوں نام دیا گیا، انھوں نے فرمایا: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کے ساتھ جا رہے تھے، ان لوگوں کے پاس جو سامان اور کپڑا تھا، ان کے لیے گراں بار تھا اور ان کو زحمت ہو رہی تھی، حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"ابسط کساک! قال فبسطتُ قال فاجعلوا فیہ متاعھم ثم حملوہ علی، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: احمل فانما انت سفینہ۔ فقال فلو حملت منذ یومئذٍ وقر بعیراً او بعیرین او ثلاثۃ او اربعۃ او خمسۃ او ستۃ، ما ثقل علی، الا[3] ان تخلفوا۔"

---

[1] سورہ آل عمران آیت ۱۵۹۔

[2] یہ حدیث اسد الغابہ اور جامع الصغیر وغیرہ میں منقول نہیں ہے

[3] حلیۃ الاولیا میں روایت اس طرح روایت ہے کہ حشرج بن نباتہ نے سعید بن جمہان کو: سألت سفینۃ عن اسمہ فقال: سمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفینۃ فلت لم سماک سفینۃ؟ قال: خرج و معہ اصحابہ، فثقل علیھم متاعھم فقال: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

Marfat.com

یعنی کپڑے اتارو اور یہ کپڑے اور سامان جو ہمارے پاس ہیں اس میں باندھ لو، میں نے اسی طرح عمل کیا اور وہ (گٹھری) اپنے کندھے پر رکھ لی، حضورؐ کے اصحاب کے پاس جو بھی سامان تھا، وہ میرے کندھے پر لادتے تھے، حضورؐ نے فرمایا، سارا سامان اٹھالو، اس لیے کہ تم سفینہ ہو، رومان کہتے ہیں کہ اس روز ایک اونٹ کا بوجھ یا دو اونٹ یا تین اونٹ یا چار یا پانچ یا چھ یا سات اونٹ بوجھ اگر مجھ پر لاد دیتے تو مجھے اٹھانے میں زحمت نہ ہوتی۔

(۲) ضحاکؒ[1] بن مزاحم المعروف بابی القاسم (ص ۶۲ - ۶۹)

وہ تابعی ہیں، انھوں نے بروقان بلخ میں وفات پائی، واقدی کی روایت کے مطابق بلخ میں سنہ ۱۰۲ھ میں اور ابونعیمؒ[2] کے بقول ۱۰۵ ہجری میں، اور وکیعؒ[3] کی روایت ۱۰۶ھ کی ہے، یحییٰ بن معین سے منقول ہے کہ ضحاک ثقات خراسان میں تھے اور انھوں نے احمدؒ[4] بن حنبل سے روایت کی ہے، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جیحون کے پار وفات پائی اور وہاں سے لاش بلخ لائی گئی، ان کے بھائی سالم نے کہا کہ ان کے بھائی کو وہیں کیوں نہ دفن کر دیا تاکہ ان کا حشر انبیاء و شہدا

ابسط کسائک ! فبسطہ، فجعل فیہ متاعھم ثم حملہ علی، فقال : احمل ما انت الا سفینۃ، قال فلو حملت یومئذ وقر بعیراً او بعیرین او خمسۃ او ستۃ ما ثقل علی۔

(حلیہ ۱/ ۳۶۹)

[1] ضحاک بن مزاحم کے حالات کے لیے رک : میزان الاعتدال ۱/ ۴۷۱، تاریخ الخمیس ۲/ ۳۱۸، المحبرہ ۴۷۵، المعارف ابن قتیبہ ۴۵۷ - ۴۵۸، طبقات الفقہا ۷۰، الاعلام ۳/ ۳۱۰۔

[2] حافظ احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی (۳۳۶ - ۴۳۰ھ) مؤلف حلیۃ الاولیا وغیرہ

[3] ابوسفیان وکیع بن جراح بن ملیح رواسی (۱۲۹ - ۱۹۷ھ) امام و محدث مؤلف تفسیر القرآن وسنن و تاریخ۔

[4] احمد بن محمد بن حنبل شیبانی وائلی ائمہ صاحب مذہب میں تھے، ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

وصلحا کے ساتھ ہوتا۔ شیخ الاسلام صفی الدین نے لکھا ہے کہ امیر خراسان نے ایک بار ان کو تحفے بھیجے مگر انھوں نے لینے سے انکار کر دیا، انکار کی وجہ پوچھنے پر اس کی حکمتیں بیان کیں، فضائل بلخ میں ضحاک کی روایت سے یہ حدیث[1] لکھی ہے :

"قال رسول اللہ صلعم: امان لامتی اذا رکبوا السفینۃ او البحر ان یقولوا بسم اللہ الملک وما[2] قدروا اللہ حق قدرہ والارض جمیعًا قبضتہ یوم القیامۃ الی آخر الآیۃ، یقولون: بسم اللہ مجریھا[3] و مرسٰھا ان ربی لغفور رحیم۔"

یعنی ہماری امت میں سے جو شخص کشتی میں بیٹھتے وقت یا دریا پار کرتے وقت یہ پڑھتا ہے : بسم اللہ الملک الخ اور یہ آیت بسم اللہ الخ ختم کر لیتا ہے، تو کشتی سے سلامتی سے گزر جاتا ہے اور خوف سے محفوظ رہتا ہے، حضرت ضحاک سے یہ حدیث مروی ہے :

ضحاک فرماتے ہیں کہ انس بن مالک سے میں نے سنا کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضور سرور عالم علیہ السلام سے یہ فرماتے ہوئے[4] سنا کہ :

"من اراد ان یلقی اللہ طاہرًا مطہرًا فلیتزوج الحرائر"

(یعنی جو خدائے عز وجل کا دیدار ولقا کی خواہش رکھتا ہو تو اس کو چاہیئے کہ وہ کسی آزاد کریمہ سے نکاح کرے۔

(۳) سعید مقبری (ص ۶۹ — ۷۱)

تابعی ہیں، ان کی کنیت ابو عباد[5] ہے، بقول[6] واقدی انھوں نے ہشام بن عبد الملک کے

---

[1] یہ حدیث ضعیف بتائی جاتی ہے۔ (رک : الجامع الصغیر ۱/۶۵)

[2] قرآن، الزمر، آیت ۶۷۔

[3] قرآن، ہود، آیت ۴۱۔

[4] یہ حدیث ضعیف ہے اور ابن ماجہ میں حضرت انس رض کی روایت سے ضبط ہے (الجامع الصغیر ۲/۱۶۲۔

[5] خلاصۂ تذہب الکمال میں ان کا نام ابو سعید سعید بن ابو سعید کیسان مقبری ملتا ہے، لیکن فضائل

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

اوائل زمانہ خلافت[۱] میں وفات پائی، بعض لوگ وفات کی تاریخ [۱۱]۱۰ھ بتاتے ہیں، کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک آدمی کا مکان مقابر مدینہ میں تھا، سعید کا ان سے چالیس سال کا واسطہ رہا، اس بنا پر مقبری کہلاتے ہیں، بعض کے نزدیک ان کے مکان کے سامنے مقبرہ تھا، اس نسبت کی وجہ یہی ہے، تاریخ بلخ میں ایک تیسری روایت، سعید مقبری نے اپنے باپ سے اور ان کے باپ نے حضرت ابوہریرہ سے اور حضرت ابوہریرہ نے حضور علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ

"انّ اشدّ الناس عذاباً یوم القیامۃ عالمٌ لم ینفعہ اللہ بعلمہ"

یعنی بیشک قیامت کے دن سخت ترین عذاب اس عالم پر ہوگا جو اپنے علم پر عمل نہ کرے گا اور اس کا علم اس کے لیے فائدہ بخش نہ ہوگا۔

(۴) عطا بن ابی سائب (ص ۱۷ - ۳۷)

ان کی کنیت ابومرہ ہے، ان کے باپ یعنی ابوسائب کے تین بیٹے تھے عبداللہ، عطا، سائب، حضرت علیؓ نے عطا کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا تھا، عطا غزوۂ اہواز میں شریک تھے، حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بلخ آئے، جنگ صفین میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا، ان کے

(گزشتہ صفحے کا باقی حصہ)

میں ان کے بیٹے کا نام سعد لکھا ہے، اس لیے کنیت ابوسعد ہوگی نہ ابوسعید، فضائل بلخ میں ہے کہ بعض اقوال کے اعتبار سے خود ان کا نام کیسان تھا۔

[۹] واقدی ان کی وفات سے تین سال قبل ان سے مل چکے تھے، رک: فضائل بلخ ص ۱۷ حاشیہ ۲۔

[۱۰] ۱۰۵ تا ۱۲۵ھ۔

[۱۱] ابن سعد نے وفات کا سنہ ۱۲۳ اور ابوعبید نے ۱۲۵ھ دیا ہے، ابن اثیر کے بقول ۱۲۳ یا ۱۲۶ھ ہے، لیکن یہ سارے اقوال واقدی کے برخلاف ہیں، اس لیے کہ ان کے نزدیک اوائل دورۂ ہشام بن عبدالملک میں ان کی وفات ہوئی۔

[۱۲] رجال کی عام کتابوں میں ان کا نام عطا بن سائب بن زید ثقفی ابوزید کوفی ہے، لمبی عمر پائی، ۱۳۶ھ تک زندہ رہے۔ (رک: فضائل ص ۱۷ ح ۳۔

Marfat.com

پانچ بیٹے تھے مرہ، عمر، محمد، صالح، ابوبکر، ان کی خدمت میں حضرت علیؓ کے دو اصحاب تھے، بلخ میں طاعون میں وفات پائی، عطانے روایت کی ہے:

عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہم قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:
"اہل[1] المعروف فی الدنیا اہل المعروف فی الآخرۃ و اہل المنکر فی الدنیا اہل المنکر فی الآخرۃ"

یعنی: حضرت عطانے حضرت نافع سے اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو لوگ دنیا میں نیک عمل والے ہیں وہ آخرت میں انعام والے ہوں گے اور جو دنیا میں بدکار ہیں وہ آخرت میں انجام بد والے ہونگے۔

(۵) مقاتل بن حیان (ص ۷۳ - ۸۲)

حسن[2] بصری، نافع[3]، اور عمر بن عبدالعزیز[4] کی صحبت سے مشرف ہوئے، ان کی کنیت ابوبسطام تھی، ان کے والد حیان[5] عرب تھے، ان کے چار بھائی تھے، مقاتل بن حیان محدث، مجتہد، زاہد، امین، عابد اور قائم اللیل تھے، ان کی وفات ۱۳۵ھ میں ہوئی اور غزنین کے قصبہ گردیز[6] میں دفن ہوئے، ان کی خاص کنیز جو کچھ دنوں بعد فوت ہوئی ان کے جوار میں دفن ہوئی، مقاتل کی جملہ کتابیں انھیں کے قریب دفن کردی گئیں، حضرت ابوحنیفہ کی مجلس میں شرکت کا شرف حاصل کیا تھا، حماد بن سلمہ[7]

---

[1] یہ حدیث ضعیف ہے اور طبرانی، ابونعیم اور خطیب نے کچھ فرق سے نقل کی ہے، رک: الجامع الصغیر ۱/۸۹۔

[2] ابوسعید حسن بن یسار بصری (۲۱ - ۱۱۰ھ) مدینہ میں پیدا ہوئے، حضرت علیؓ کی صحبت میں رہے، بصرہ میں وفات پائی۔

[3] اسلامی دور میں بہت سے لوگ نافع نام کے تھے، معلوم نہیں کون مراد ہیں۔

[4] خلیفہ اموی، ۹۹ - ۱۰۱ھ۔

[5] وہ سات ہزار عجمیوں کے سردار تھے اور ان کو قتیبہ کے خلاف بھڑکاتے تھے، ۱۰۲ھ میں زہر دے کر ہلاک کردیا گیا۔ (طبری ۵/ ۲۷۶)۔

[6] افغانستان میں غزنی کے قریب ایک پرانا قصبہ ہے جو بڑا مردم خیز تھا۔

[7] حماد بن سلمہ بن دینار ربعی تمیمی قرشی بصری متوفا ۱۶۷ھ۔

Marfat.com

نے کہا ہے کہ مقاتل بصرہ کے تمام جوانوں میں سب سے صالح تھے، اہل بلخ ان کو والی بنانا چاہتے تھے مگر انھوں نے انکار کیا، عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حضرت خضر سے ملاقات ہوئی، خود فرماتے تھے کہ ان کے والد سمرقند کے والی تھے، حجاج کے زمانے میں ان کے ساتھ جا رہے تھے، رے پہنچے تو سعید[1] بن جبیر کو کسی طرح ڈھونڈھا، وہ حجاج کے ڈر سے مخفی تھے، ان کو حجاج[2] کے شر سے نجات دلائی، جس زمانے میں سمرقند کے قاضی تھے، اتفاقاً حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کی یہ حدیث دیکھی:

"ثلثٌ مَن کُنَّ[3] فیہ فھو منافقٌ: اذا حدث کذب، اذا ائتمن خان و اذا وعد خلف"

یعنی تین چیزیں منافق کی خصائص ہیں، جب بات کہے جھوٹی کہے، جب اس کو امین مقرر کریں خیانت کرے، جب وعدہ کرے اس کے خلاف کرے۔

اس سے بہت متفکر ہوئے، سمرقند سے بخارا گئے، وہاں بھی تشفی نہ ہوئی، پھر نیشاپور پہنچے، پھر جرجان میں شہر بن حوشب کی خدمت میں پہنچے، پھر رے گئے اور سعید بن جبیر سے سوال کیا، ان کے مشورے سے حسن بصری کی خدمت میں بصرہ گئے، انھوں نے اس حدیث کی اس طرح تفصیل بیان کی کہ سارے دقائق و خوامض واضح ہو گئے۔

(۶) عطائے خراسانیؒ (ص ۸۲ — ۸۵)

وہ تابعی تھے، ان کی کنیت عطا بن میسرہ[4] ابومسلم ہے، ان کی اصل جوزجانی ہے، جوزجان[5] سے

---

[1] ابو عبداللہ سعید بن جبیر اسدی کوفی تابعی، شاگرد عبداللہ بن عباس، اصلاً حبشی پیدائش ۴۵ھ، مقتول بامر حجاج ۹۵ھ۔

[2] حجاج بن یوسف عراق و خراسان کا سفاک حاکم (۴۰ — ۹۵ھ)۔

[3] الجامع الصغیر میں کسی قدر مختلف طور پر نقل ہے (۱/ ۱۳۰)۔

[4] ان کے باپ کے نام کے بارے میں اختلاف ہے، بعض عبداللہ، بعض ابومسلم اور بعض میسرہ لکھتے ہیں، کنیت ابوایوب یا ابوعثمان ہے، بیت المقدس میں مدفون ہیں (ر ک: حلیہ ۵/ ۱۹۳)

[5] جوزجاناں یا جوزجان افغانستان کا شہر ہے، طبقات ناصری کا مصنف یہیں کا باشندہ تھا۔

Marfat.com

بلخ چلے آئے، پیدائش ۵۰ ھ میں ہوئی اور وفات ۱۳۵ھ میں، ان کے بھائی سلمان بن میسرہ تھے، علمائے خراسان و عراق کے مشورے سے شام میں سکونت اختیار کی، انھوں نے حدیث روایت کی ہے۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو عطائؒ نے ابو عمران[۱] جونی سے اور آخر الذکر نے حضرت عائشہؓ سے[۲] روایت کی ہے:

"انہا قالت کانَ احبّ الاعمال الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اربعۃ: عملان یجہدان نفسہ و عملان یجہدان مالہ' فاللذان یجہدان نفسہ فالصوم و الصلوٰۃ و اللذان یجہدان مالہ فالجہاد و الصدقۃ"

یعنی حضور علیہ السلام کو چار کام زیادہ پسند ہیں، دو کا تعلق نفس سے اور دو کا مال سے ہے، جس دو کا تعلق نفس سے ہے وہ نماز و روزہ ہیں اور جن دو کا مال سے تعلق ہے وہ جہاد اور صدقہ ہیں۔

(۷) متوکل بن حمران[۳] القاضی (ص ۸۵ - ۸۹)

تابعی ہیں، حضرت انس[۴] بن مالکؓ کی خدمت میں رہے ہیں، کنیت ابو عبد الجبار ہے، ۵۲ سال تک قاضی بلخ تھے، اصلاً کرمانی ہیں، قتیبہ[۵] نے امیر لشکر پھر قاضی چغانیان[۶] مقرر کیا،

---

[۱] عبد الملک بن حبیب ازدی ابو عمران جونی بصری محدث و عالم متوفی ۱۲۸ھ، وہ جون بن عوف ازدی سے منسوب ہیں (اللباب ۱/۲۵۴)

[۲] حلیہ ۵/۲۰۹ میں یہی حدیث جونی اور حضرت عائشہ سے مروی ہے لیکن اس کو حدیث غریب کہا گیا ہے۔

[۳] معجم المصنفین (۲، ۵۳) میں ان کا نام متوکل بن عمران درج ہے۔

[۴] انس بن مالک بن نضر بخاری خزرجی انصاری مشہور صحابی، مولد ۱۰ھ، وفات بصرہ ۹۳ھ۔

[۵] قتیبہ بن مسلم بن عمرو بن الحصین باہلی (۴۹ - ۹۶ھ) مشہور فاتح جو حجاج کی طرف سے امیر خراسان تھا۔

[۶] دریائے آمو کے شمال میں تخارستان کے مقابل کا خطہ جو تاجیکستان جمہوریہ کے جنوب میں واقع ہے۔

Marfat.com

آخر میں بلخ کا قاضی بنایا، ابومسلم نے بغاوت کی تو اس سے لڑے، آخر کار شکست کھائی، والیِ بلخ (ابوداؤد) نے معاف کردیا اور پھر قاضی بلخ کا عہدہ تفویض کیا لیکن وہ عدل کے معاملے میں نہ خلیفۂ وقت اور نہ والی خطہ کی رعایت کرتے تھے، بالآخر ۱۴۲ھ میں والی بلخ ابوداؤد کے حکم سے شہید ہوئے، متوکل کے قتل کے بعد ابوداؤد کوٹھے پر سے گر پڑا، اس کے پیٹ میں میخ چبھ گئی اور اس میں اس کا انتقال ہوگیا۔

(۸) مقاتل بن سلیمان (ص ۸۹ - ۹۳)

وہ مفسر، محدث اور متعدد کتابوں کے مصنف[۲] تھے، ان کی کنیت ابوالحسن ہے، بصرہ میں ۱۵۸ھ میں انتقال کیا، علم قرآن، تفسیر اور انواعِ علوم میں یگانۂ روزگار تھے، ہمیشہ امام ابوحنیفہ کے مناقب بیان کرتے، زہد میں ان کا پایہ کافی بلند ہے، یحییٰ[۳] بن شبل کے بقول ان کے

۱؎ ابومسلم عبدالرحمان بن مسلم خراسانی نے دولتِ اموی کے خلاف بغاوت کی اور بعد از میں دولتِ عباسی کے قایم کرنے میں مدد کی، ۱۰۰ھ میں پیدا ہوا، ۱۳۷ھ میں مدائن میں خلیفہ منصور عباسی کے حکم سے قتل ہوا، طبری وغیرہ تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابومسلم کی طرف سے ابوداؤد خالد بن ابراہیم ۱۳۰ھ میں فتح بلخ پر مامور ہوا تھا، اس وقت بلخ کا حاکم جو اموی خلیفہ کا مقرر کردہ تھا، زیاد بن عبدالرحمن قشیری تھا، قشیری ابوداؤد سے جوزجان میں لڑا لیکن ہار گیا، ابوداؤد حاکم بلخ ہوا (طبری ۶/ ۴۳، الکامل ۵/ ۱۷۹ وغیرہ)

۲؎ وفیات الاعیان ۲/ ۱۱۲ میں ہے کہ مقاتل بن سلیمان بلخ میں درس حدیث دیتے تھے، ۱۵۰ھ میں بصرہ میں وفات پائی، ان کی تصانیف میں التفسیر الکبیر، نوادر التفسیر، الرد علی القدریہ، متشابہ القرآن، الناسخ والمنسوخ، القرأت وغیرہ بتائی گئی ہیں (رک بتہذیب ۱۰/ ۲۷۹، میزان الاعتدال ۳/ ۱۹۶)، تفسیر مقاتل کا ایک خطی نسخہ توپقاپوسرائے استنبول میں موجود ہے، کاتب محمد بن احمد سنبلاوی، تاریخ کتابت ۸۸۶ھ اور مقام کتابت قاہرہ ہے۔

۳؎ رک: میزان ۳/ ۲۹۲۔

Marfat.com

زمانے میں قرآن کا ان سے بڑا کوئی عالم نہ تھا، سفیان[1] ثوری ان کی تفسیر کے بڑے مداح تھے، اور امام[2] شافعی کا قول ہے کہ لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں اور تفسیر میں مقاتل کے، اور شعر میں زہیر[3] کے اور تاریخ میں محمد[4] بن اسحاق کے اور نحو میں کسائی[5] کے، ان کی روایت کی یہ حدیث ہے: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"من صام رمضان و ستة ایام بعدہ من شوال فکانما صام الدھر"

یعنی جس نے رمضان کا روزہ رکھا اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے (رکھے) گویا اس نے تمام عمر کا روزہ رکھا)

(۹) ابراہیم بن ادہم بن منصور (ص ۹۳ — ۱۱۸)

ابراہیم بن ادہم بڑے مرتبے کے شیخ اور بلخ کے مفاخر میں تھے، ان کی شہرت عالمگیر ہے، وہ زاہدوں کے سردار و اوتاد کے قطب ہیں، سلطنت و بادشاہی اور دنیاوی جاہ وجلال کے باوجود آخرت کو دنیا پر ترجیح دیتے، ان کی کنیت ابواسحاق ہے، ان کی اور سفیان ثوری کی وفات کی تاریخ ۱۶۱ھ ہے۔

---

[1] سفیان بن سعید بن مسروق ثوری، بنی ثور سے تعلق رکھتے تھے، زبردست محدث اور زاہد تھے، ۹۷ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۱ھ میں بصرہ میں وفات پائی، حدیث میں ان کی تالیف الجامع الکبیر ہے (طبقات ابن سعد ۶/۲۵۷)۔

[2] ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع ہاشمی قرشی، غزہ فلسطین میں ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۴ سال کی عمر میں ۲۰۴ھ میں قاہرہ میں وفات پائی۔

[3] زہیر بن ابی سلمی ربیعہ بن ریاح مزنی، شعرائے جاہلیت میں شمار ہوتا ہے، ہجرت سے ۱۲ سال قبل فوت ہوا۔

[4] محمد بن اسحاق بن یسار مدنی قدیم عرب مؤرخ ہے۔ السیرۃ النبویہ، کتاب الخلفا، کتاب البدار اس کی تالیف ہیں، ۱۵۱ھ میں بغداد میں وفات پائی (طبقات ابن سعد ۷/۶۷)

[5] علی بن حمزہ بن عبداللہ کوفی کسائی امام لغت و نحو و قرأت، کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۹ھ میں رے میں وفات پائی، معانی القرآن وغیرہ ان کی تالیف ہے (وفیات ۱/۳۳۰، طبقات النحویین ۱۳۸)

Marfat.com

ابراہیم کی پیدائش مکۂ مکرمہ میں ہوئی تھی، ان کے حق میں ان کے والدین کی دعا مقبول ہوئی کہ وہ اتنے مرتبے کے زاہد ہوئے۔

ابراہیم ۱۴ سال تک شام میں مقیم رہے اور بقول خود حلال روزی کی تلاش میں اتنی مدت وہاں بسر کی۔ وہ شقیقؒ[1] اور فضیلؒ بن عیاضؒ[2] کے ساتھ کوہ بوقبیسؒ[3] میں ریاضت کرتے رہے، وہیں ان سے ایک کرامت ظاہر ہوئی تھی۔

بعض مریدوں نے نکاح کرنے کے لیے عرض کیا تو فرمایا میں اپنے نفس سے تنگ آچکا ہوں، دوسرے کو اپنے ساتھ کیوں کر لگاؤں؟

استغنا کا یہ عالم تھا کہ عسقلانؒ[4] میں تھے کہ ایک غلام آیا اور ۳۰ ہزار درم ابراہیم کے سامنے رکھ دیا، کہ ایک شخص کی وفات پر علمائے بلخ کی طرف سے آپ کی میراث قرار پائی ہے، یہ حلال مال ہے آپ اسے قبول کریں، فرمایا، میں بلخ سے نکل آیا ہوں، تجھے کیا ہوا کہ اتنی مسافت طے کی اور میرا وقت برباد کیا، پھر فرمایا: دس ہزار درم اپنا حق المحنت لے اور دس ہزار درم بلخ کے فقرا اور مساکین میں تقسیم کردے اور دس ہزار درم عسقلان کے مستحقین کو دے دے، اور خود اس مال کو ہاتھ نہیں لگایا۔

ابراہیم نے ایک غلام خریدا، اس سے دریافت کیا کہ تیرا کیا نام رکھوں، غلام نے جواب دیا جو آپ کی مرضی ہو، فرمایا کہ تجھ کو کیا کپڑا دوں، غلام نے کہا جو حضرت کی مرضی قرار پائے، پھر پوچھا تجھ کو کیا کھانا کھلاؤں، جواب دیا جو حضور کی مرضی ہو، ابراہیم نے کہا پھر تیری کوئی خواہش نہیں؟ غلام نے جواب دیا: غلام کی کوئی مرضی نہیں ہوا کرتی، ابراہیم رونے لگے، اور فرمایا: اگر بندگی یہ ہے جو تو کہہ رہا ہے تو ہم بندگی کرنے کے لائق نہیں۔

---

[1] شقیق بلخی بڑے پائے کے بزرگ تھے (رک: شمارہ ۱۲)

[2] فضیل بن عیاض بن مسعود تمیمی اکابر محدثین میں تھے، وہ امام شافعیؒ کے استاد تھے، ۱۰۵ھ میں سمرقند میں پیدا ہوئے اور ۱۸۷ھ میں مکہ میں وفات پائی (حلیہ ۸/۸۴)۔

[3] غرب مکہ میں ایک پہاڑ کا نام۔

[4] فلسطین کے مقابل شام کا ایک مردم خیز شہر، ابن حجر عسقلانی اسی خطّے سے تعلق رکھتے تھے۔

Marfat.com

عراقین میں جہاد میں تھے، غنیمت کا مال تقسیم ہوا، انھوں نے اپنا حصہ نہ لیا، اہلِ روم کا میوہ نہ کھایا، لوگوں نے کہا: حلال ہے کیوں نہیں کھاتے، فرمایا: زہد تو حلال مال ہی کی نسبت سے ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک بار ابن الرماح[1] قاضی بلخ کو خط لکھا کہ تیس سال سے ہر روز یہ ارادہ کرتا ہوں کہ تجھے خط لکھوں لیکن نہ لکھ سکا اس وجہ سے کہ اپنے میں اتنا مشغول ہوں کہ کسی مخلوق کی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہیں، خدا تجھے ہر قسم کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔

ابوالقاسم قشیری[2] نے اپنے رسالے میں لکھا ہے کہ ابراہیم بن ادہم بلخ کے شاہزادے تھے۔ ایک روز شکار کو نکلے، ایک خرگوش یا لومڑی کے پیچھے گھوڑا ڈالا، غیب سے آواز آئی کہ کیا اسی کام کے لیے تم کو پیدا کیا گیا ہے، اور تجھ کو اسی کام کا حکم دیا گیا ہے، ابراہیم متاثر ہوئے، گھوڑے سے اترے، وہیں چرواہا تھا، اس کو گھوڑا مع سازوسامان اور اپنے کپڑے کے دے دیا اور خود اس کا کپڑا پہن کر چل دئے، یہاں تک کہ حضرت الیاس سے ملاقات ہوئی اور انھوں نے ان کو اسم اعظم سکھایا۔

کہتے ہیں کہ کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے اور ارادہ کفار سے جہاد کرنے کا تھا، اتنے میں پیغام مرگ آگیا، لوگ لاش قلعہ[3] صور لے گئے، خلائق جنازہ کی نماز کے منتظر تھے، ناگاہ وہاں کا والی آپہنچا اور اس نے نماز پڑھائی، ان کا ہاتھ قبضۂ شمشیر پر استوار ہوچکا تھا، اسی صورت میں دفن کردیا گیا۔

ان کے والد ادہم بن منصور بن یزید بن جابر العجلی[4] بھی بڑے عالم، غازی، زاہد اور

---

[1] ابو علی عمر بن میمون الرماح متوفا ۱۷۱ یا ۱۶۱ھ، متوکل کے بعد قاضی ہوئے، متوکل کی وفات ۱۴۲ھ میں ہوئی، اس لحاظ سے ان کی قضا کی مدت ۲۹ سال ہوتی ہے لیکن فضائل بلخ میں مدت قضا ۲۰ سال بتائی گئی ہے۔ (رک: فضائل بلخ ص ۱۲۴ بعد)

[2] ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن نیشاپوری قشیری شیخ خراسان و معروف صوفی گزرے ہیں، مؤلف الرسالۃ القشیریہ در تصوف (۳۷۶ - ۴۶۵ھ)

[3] بحرۂ شام کے کنارے مکہ سے ۶ فرسخ پر ایک مشہور شہر تھا (مراصد ص ۸۵۶)۔

[4] عجلی منسوب بہ عجل بن لجیم از بنی نزار عرب (اللباب ۲/۱۲۴)

Marfat.com

عابد تھے، اور حضرت ابراہیم کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ تن تنہا ترکستان کے ایک فوجی دستہ کو پسپا کر کے خلق کو ذلت سے آزاد کیا۔

حضرت ابراہیم ادہم نے اہم راویوں سے احادیث روایت کی ہیں، چند یہ ہیں:

۱۔ "معنعن با امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ عن النبی علیہ السلام انہ قال: الاعمال بالنیات۔"

(امیر المومنین حضرت عمرؓ نے نبی کریم علیہ السلام سے روایت کی، فرمایا نبی کریمؐ نے کہ تمام اعمال کا مدار نیت پر ہے)

۲۔ "من غزا غزوۃ فی سبیل اللہ فقد ادی جمیع الحقوق الی اللہ و سیأتی زمان یقولون لا جہاد فعمل ربک عہداً ان یعذب اولئک لا یعذبہ احداً من العالمین۔"

(جس نے راہِ خدا میں ایک جہاد کیا اس نے خدا کے سارے حقوق ادا کر دئے، اور عنقریب ایک زمانہ آئے گا کہ لوگ جہاد کو واجب نہ جانیں گے تو خدا اس گروہ کو ایسے عذاب میں پکڑے گا کہ مخلوقات میں سے کسی کو ایسا عذاب نہ دیا گیا ہو گا)

۳۔ "لا تملوا اعینکم من ائمۃ الجور و اعوانہم الا بالانکار من قلوبکم کیلا یحبط اعمالکم الصالحہ"

(ائمہ جابرہ اور ملوک ظالم کی جاہ و حشمت کو اپنی نظر میں نہ لاؤ۔ بجز انکارِ دل کے، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمالِ صالحہ برباد ہو جائیں۔

۴۔ "جاء رجلٌ الی رسول اللہ علیہ السلام قال: دلّنی علی عملٍ یحبنی اللہ علیہ و یحبنی علیہ الناس۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم: اما ما یحبک اللہ علیہ فالزہد فی الدنیا و اما ما یحبک الناس علیہ فانبذ علیہم ہذا الغثار۔"

(ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا، اور کہا: مجھے ایسے عمل کی ہدایت فرمایئے کہ اس کی بدولت اللہ تعالیٰ مجھے دوست بنا لیں اور اہلِ دنیا بھی مجھے دوست سمجھیں، حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی بارگاہ میں تیری محبت کا وسیلہ دنیا میں زہد اختیار کرنا ہے، اور جو وسیلہ لوگوں میں تجھے محبوب کر دے وہ دنیائے دنی کو ان پر پھینک دینا ہے۔)

Marfat.com

حضرت ابراہیم کے کافی اقوال نقل ہوئے ہیں، ان میں سے چند بطور نمونہ درج ذیل ہیں :

انہ ابراہیم سوال کردند کہ سکوت اولی تراست یا سخن گفتن؟ فرمود کہ سخن بر چہار وجہ است، یکی آنکہ فی الحال نفع آن بہ تو رسد و در آخر احتمال خطری و زحمتی متوقع باشد، این جا خاموشی بہتر، دوم آن است کہ در زمان گفتن خیری نباشد و در زمان آیندہ سعادتی منتظر نہ بود و چون گفتہ شود بہ ندامت و غرامت ماخوذ شود این جا بہمہ حال خاموشی فاضل تر، سیوم آن است کہ نہ اول رجای نفعی باشد و نہ در آخر ہم ضرری، این جا نیز کم گفتن اولی تر تا کرام الکاتبین را زحمت نوشتن نباشد و گویندہ را زحمت گفتن و خواندن نبود، چہارم آن است کہ اوایل و اواخر آن بہ خیر باشد، این جا باید گفتن تا خیرات و برکات آن بہ گویندہ و شنوندہ برسد۔

ابراہیم سے پوچھا گیا کہ خاموشی اچھی ہے یا بات بولنا۔ فرمایا کہ بات چار طرح پر ہوتی ہے، اول یہ کہ اس کا فوری نفع تجھے مل جائے لیکن آخر میں خطرہ اور تکلیف متوقع ہو، ایسے موقع پر خاموشی بہتر ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ گفتگو کرتے وقت کچھ بھلائی کی توقع نہ ہو اور آیندہ بھی کسی نیکی کی امید نہ ہو سکتی ہو اور جب بات کہی جائے تو ندامت اور خجالت حاصل ہو، ایسے موقع پر ہر حال میں خاموشی افضل ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ نہ پہلے نفع کی امید اور نہ آخر میں نقصان کا اندیشہ ایسی صورت میں بھی کم بولنا بہتر ہے تاکہ کرام الکاتبین کو لکھنے کی زحمت نہ ہو اور کہنے والے کو کہنے اور بولنے کی تکلیف نہ ہو، چوتھی صورت یہ ہے کہ اول اور آخر ہر صورت خیر کی توقع ہے ایسی صورت میں بولنا چاہیے تاکہ اس کی بھلائیاں اور برکتیں کہنے اور سننے والے دونوں کو حاصل ہوں۔

بیچارگان و مسکینان، این توانگران در دنیا راحت می طلبند خطا می کنند و نیابند۔

یہ توانگر کیسے بیچارہ و مسکین ہیں کہ دنیا میں آسایش کے طلبگار ہیں، غلطی کرتے ہیں، نہیں پاتے۔

Marfat.com

چه نیکو مرد مانند سالکان که بارها و زادهای مارا به راحلهٔ خود به آخرت می رسانند ۔

یہ سائل کیسے اچھے لوگ ہیں کہ ہمارے زادِ راہ کو اپنے وسیلے سے آخرت تک پہنچاتے ہیں ۔

مرا از ترک طعام حلال رجای ثوابی نیست از آن جهت که مرا آرزوی آن نیست ۔

مجھ کو حلال غذا کے ترک کرنے سے ثواب حاصل نہیں ہو سکتا اس لیے کہ مجھے اس کی آرزو ہی نہیں ۔

هرگاه که به طعام خوردن محتاج می گردم صبر می کنم تا مضطر می گردم آن گاه از آن طعام می خورم مانند آن کس که به میتة مضطر شود ۔

جب کھانا کھانے کی ضرورت ہوتی ہے، صبر کرتا ہوں یہاں تک کہ بے قرار ہو جاتا ہوں تو کچھ کھانا کھا لیتا ہوں بالکل اس شخص کی طرح جو مردار کھانے کے لیے مجبور ہو جاتا ہے ۔

حکایت کنند که ابراهیم بوستانی را محافظت می کرد و صاحب بوستان او را نمی شناخت چون دانست که خداوند بستان او را بشناخت از آن جا بگریخت و گفت : تن خود را به اجرت داده بودم، اکنون بعد از این دین را به اجرت باید داد، و من هرگز دین را بدنیا بدل نکنم ۔

بیان کرتے ہیں کہ ابراہیم ایک باغ کی محافظت پر مامور تھے، باغ والا ان کو نہیں پہچانتا تھا، جب ان کو معلوم ہو گیا کہ باغ والا جان گیا ہے تو وہاں سے بھاگ نکلے اور کہا : اپنے جسم کو اجرت پر لگا رکھا تھا، اب اس کے بعد دین کو اجرت پر لگانا ہو گا، اور میں دین کو کسی حالت میں دنیا سے بدلنا نہ چاہوں گا ۔

روزی او را سوال کردند که حالِ تو چیست و چگونه روزگار می گزاری؟ گفت : روزگار من به خیر است، مادام که مؤنت من بر کسی نیست، اما هرگاه مؤنت من بر کسی افتد از جملهٔ خیرات محروم می گردم ۔

ایک روز ان سے پوچھا گیا کہ آپ کا حال کیسا ہے اور آپ اپنے اوقات کیوں کر بسر کرتے ہیں، فرمایا جب تک میں کسی پر بار نہیں ہوں بہت اچھی حالت میں رہتا ہوں، لیکن جوں ہی کسی پر بار ہوا تو تمام نیکیوں اور خوبیوں سے محروم ہو جاتا ہوں ۔

Marfat.com

روزی ابراہیم را گفتند کہ گوشت گران شد گفت ارزان سازیدش، حاضراں گفتندش: بہ چہ ارزان کنیم؟ گفت: بہ نا خریدن۔

ایک روز لوگوں نے ابراہیم سے کہا کہ گوشت گراں ہوگیا ہے، فرمایا: ارزاں کردو، حاضرین نے کہا کہ کیوں کر ارزاں کریں، فرمایا: نہ خرید کر۔

خواجہ[1] احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ می فرماید کہ ابراہیم ادہم در وقت طواف گفت مردی را کہ: بدان و آگاہ باش! کہ بہ درجۂ صالحان نرسی تا از شش عقبہ نگذری، اول آن کہ در آرزوہا و نعمت ہا بر خود بربندی، دوم آنکہ در شدت و بلا بر خود نکشائی و سوم در راحت و آسایش فراز کنی و در رنج و جہد باز کنی، چہارم آن کہ خواب شب را بہ بیداری بدل گردانی، پنجم در تونگری را بربندی و در فقر و مسکنت بر خود بکشائی، ششم در امل و حرص بربندی و بر دروازۂ مرگ نشینی و منتظر مقدم مبارک بو یحیی[2] علیہ السلام باشی و استعداد راہ و زاد و توشہ مہیا گردانی۔

خواجہ احمد خضرویہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابراہیم ادہم نے طواف کے وقت ایک شخص سے کہا خوب جان لے کہ جب تک چھ گھاٹیوں سے نہ گزرے گا صالحین میں نہیں ہو سکتا، اول یہ کہ جب تک خواہشوں اور نعمتوں کا دروازہ اپنے اوپر بند نہیں کرتا، دوسرے یہ کہ شدت اور مصیبت کا دروازہ اپنے پر نہیں کھولتا، سوم راحت و آسایش کا دروازہ بند کرلے اور رنج و محنت کا دروازہ کھول لے، چہارم یہ کہ رات کی نیند بیداری سے بدل دے، پنجم تونگری و مالداری کا دروازہ بند کرلے اور فقر و مسکینی کا دروازہ اپنے اوپر کھول دے، ششم حرص اور آرزو کا دروازہ بند کرلے اور موت کے دروازہ پر بیٹھا رہے اور حضرت عزرائیل کے قدوم کا انتظار کرتا رہے اور توشۂ راہ و زادِ راہِ آخرت مہیا کرلے۔

---

[1] ابو حامد احمد بن خضرویہ خراسان کے مشایخ کبار میں تھے، وہ ابو یزید بسطامی متوفا ۲۶۱ھ یا ۲۳۴ھ کے معاصر تھے، ۲۴۰ھ میں وفات پائی، فضائل بلخ میں ۲۹ ویں نمبر پر ان کا تذکرہ ہے۔

[2] بو یحیی یعنی عزرائیل، فرشتۂ موت، سنائی کہتے ہیں: (خلاصہ ۳۶۹)

بہ تیغ عشق شو کشتہ کہ تا عمر ابد یابی — کہ از شمشیر بو یحیی نشاں ندہد کس از احیا

(دیوان، طبع مصفا ص ۲۸)

Marfat.com

(۱۰) شیخ یعقوب قاری (ص ۱۱۸ - ۱۲۴)

ان کی کنیت ابوبکر ہے، ۱۳۲ھ میں فوت ہوئے، زاہد اور مستجاب الدعوات تھے، ان کے دو بیٹے تھے، ابومروان عبدالرحمن اور احمد بن یعقوب، یحییٰ[1] بن یمان نے روایت کی ہے کہ انھوں نے سفیان ثوری کو بغیر کسی سابقہ ملاقات کے حالت طواف میں پہچان لیا، سفیان ثوری نے پوچھا کیونکر شناخت ہوئی، فرمایا: عرف روحی روحک کما ہرم[2] بن حیان اویس[3] القرنی، یعنی میری روح نے آپ کی روح کو اسی طرح پہچانا جیسا کہ ہرم بن حیان نے اویس قرنی کو پہچانا تھا، یعقوب قاری نے یہ حدیث[4] روایت کی ہے:

"کل شرابٍ اسکر فہو حرامٌ"

یعنی ہر شراب جس سے مستی ہو، حرام ہے، یعقوب قاری کا مرقد بلخ میں دروازۂ[5] نوبہار میں ہے۔

---

[1] یحییٰ بن یمان عجلی ابوزکریا کوفی محدث تھے۔ متوفی ۱۸۸ یا ۱۸۹ھ۔

[2] ہرم بن حیان عبدی صحابی تھے، اویس قرنی کے پہچاننے کا قصہ عطار نے تذکرۃ الاولیاء (۱/۱۸) میں نقل کیا ہے۔

[3] اویس بن عامر بن جزء بن مالک قرنی یمن کے تھے، حضور صلعم سے باوجود اشتیاق کے نہ مل سکے، صفین کی جنگ میں ۳۷ھ میں شہید ہوگئے۔

[4] یہ حدیث صحیح بخاری اور مسلم کے علاوہ اکثر کتب حدیث میں حضرت عائشہ سے مروی ہے۔ (الجامع الصغیر ۲/۹۳)۔

[5] بلخ کا مشہور محلہ تھا، اس کے قبرستان میں کافی مشہور ہستیاں مدفون ہوئیں مثلاً: شیخ ابومطیع (فضائل بلخ ص ۱۴۶)، عصام بن یوسف ص ۱۹۰، قاضی القضاۃ حسن ص ۳۴۵۔

Marfat.com

(۱۱) شیخ عمر بن میمون الرماح (ص ۱۲۴ - ۱۲۹)

ان کی کنیت ابو علی ہے۔ ایک روز نہی عن المنکر میں ناکام رہنے پر ترکِ وطن کر کے کعبۂ مکرمہ پہنچے اور مجاور ہو گئے۔ بڑے درجے کے زاہد، صالح اور صاحبِ علم و فضل تھے۔ حسن[1] بن حمران عامل بلخ نے بلخ کی قضا ان کے بھائی کے سپرد کی جن کا نام غالباً حسن بن میمون تھا۔ بھائی کی دوستی میں بلخ میں قیام کرنا پڑا۔ بلخ میں بیس سال تک قضا کا عہدہ ان کے پاس رہا، رمضان ۱۷۱ھ میں وفات پائی۔ شاید کچھ دنوں کے لیے کابل چلے گئے تھے۔ اس لیے کہ ابو مطیع[3] کی روایت کے بموجب کابل سے واپسی پر لوگوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ عمر بن میمون امام ابو حنیفہ کی خدمت میں رہے تھے۔ ایک بار حضرت امام کے سوال پر مکی بن ابراہیم[4] نے کہا کہ سارے بلخ میں الرماح اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ ایک بار یعقوب[5] قاری نے عبداللہ[6] بن علوان والی ولایت بلخ کو ایک خط لکھا جس میں علم و رائے سے استفادہ کرنے پر زور دیا، اور اس کو بڑی سعادت بتایا تھا، عمر بن میمون

---

[1] حسن بن حمران ۱۴۲ھ میں بلخ بھیجا گیا، اس لیے کہ خازم بن خزیمہ اسی سنہ میں مستعفی ہوا ہے اور اسی نے حسن کو بلخ کا عامل مقرر کیا تھا۔ (زین الاخبار ص ۱۲۴)

[2] متوکل کے بعد وہ قاضی ہوئے اور متوکل کی وفات ۱۴۲ھ میں ہوئی، اس طرح سے واضح ہے کہ ۱۴۲ھ کے بعد الرماح قاضی بلخ مقرر ہوئے ہوں گے، ان کی وفات ۱۷۱ھ ہے، اس اعتبار سے ان کی قضا کی مدت بیس سال سے زیادہ ہے اور خود فضائل بلخ میں ص ۱۰۲ سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ تقریباً تیس سال قاضی رہے تھے۔

[3] ابو مطیع قاضی کے حالات کے لیے دیکھیے فضائل بلخ شیخ نمبر ۱۴۔

[4] ابو السکن مکی بن ابراہیم حنظلی بلخی حافظ و محدث، اصحاب ابو حنیفہ میں تھے، متوفی ۲۱۵ھ۔

[5] رک شیخ دہم۔ وہ ۱۳۳ھ میں فوت ہوئے، اس سے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں الرماح قاضی تھے۔

[6] عبداللہ بن علوان کے لیے رک: طبری ۵/ ۲۷۷، استاد حبیبی نے فضائل بلخ ص ۱۲۷ حاشیہ ۳ میں اس کو قاتل قتیبہ بن مسلم باہلی لکھا (قتیبہ کا قتل ۹۶ھ میں ہوا ہے) لیکن زین الاخبار ص ۱۱۱ میں قتیبہ کے قاتل کا نام وکیع بن حسان تمیمی بتایا گیا ہے۔

Marfat.com

نے مقاتلؒ بن حیان سے اور انھوں نے بواسطہ حضور علیہ السلام سے اس طرح روایت کی کہ حضورؐ نے فرمایا:

" مَن صَابَ مالاً مِن الحرام فامسکہ لم یبارک و ان تصدق لم یقبل منہ و ان مات کان ہو زادہ الی النار"

یعنی جس کو حرام مال ملتا ہے اور وہ اس کو لے لیتا ہے اس میں کوئی برکت نہیں ہوتی، اگر صدقہ دیتا ہے مقبول نہیں، اگر مرجاتا ہے تو وہ مال اس کو دوزخ کے لیے زادِ راہ ہوتا ہے۔

(۱۲) شقیق بن ابراہیم زاہد بلخی (ص ۱۲۹ - ۱۴۲)

شقیق سخاوت، شجاعت، زہد، علم و معرفت میں بے نظیر تھے، وہ ہمیشہ علما اور فقہا کی صحبت میں رہتے، ان میں ابراہیمؒ[1] ادہم، عبدالعزیزؒ[3] رواد، یحییٰ بن سعیدؒ[4] انصاری، عبادؒ[5] بن کثیر، وہیبؒ[6] بن ورد، اور سفیانؒ[7] ثوری خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں، شقیق ختلان[8] اور واشگرد[9] کے درمیان کولان[10] میں ۱۷۴ھ میں شہید ہوگئے تھے، شقیق کو امام ابوحنیفہ اور

---

[1] رک: شیخ پنجم۔

[2] رک: شیخ نہم۔

[3] عبدالعزیز بن ابی رواد میمون عتکی مولی مہلب بن ابی صفرہ متوفا ۱۵۹ھ (خلاصہ ۲۰۳)

[4] یحییٰ بن سعید بن قیس انصاری بخاری قاضی مدینہ و محدث متوفا ۱۴۳ھ (خلاصہ ۳۶۴)

[5] عباد بن کثیر ثقفی بصری متوفا ۱۶۰ھ (خلاصہ ۱۵۸)

[6] وہیب بن ورد قرشی ابوعثمان مکی زاہد و محدث متوفا ۱۵۳ھ (خلاصہ ۳۵۰)

[7] سفیان بن سعید بن مسروق ثوری متوفا بصرہ ۱۶۱ھ۔

[8] سمرقند کے مشرق میں دریائے زرفشان اور وخش کے درمیان واقع ہے۔

[9] چغانیان اور فرغانہ کے بیچ میں ہے، تاجیکستان کے شہر دوشنبہ سے ۱۲ میل کے فاصلے پہ واقع ہے۔

[10] دریائے زرفشان اور وخش کے نواحی میں کولان اسی نام سے اب تک موجود ہے۔

Marfat.com

امام ابو یوسف[1] کی خدمت کا شرف حاصل تھا، وہ ابو ہریرہؓ کی مسند سے روایت کرتے ہیں:

" قال: دخلت علی رسول اللہ و ہو یصلی جالسًا۔ فقلت یا رسول اللہ! اراک تصلی جالسًا فما اصابک؟ قال الجوع یا ابا ہریرہ! فان شدۃ الحساب لایصیب الجایع۔"

یعنی (ابو ہریرہ) نے کہا کہ ایک روز میں حضرت رسالت مآبؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ بیٹھے نماز پڑھ رہے تھے، میں نے کہا: اے رسول اللہ! کیا ہوا کہ آپ بیٹھے نماز پڑھ رہے ہیں، فرمایا: اے ابوہریرہ بھوک کی وجہ سے، اس لیے کہ حساب کی سختی سے بھوکا بری ہے)

(۱۲) شیخ ابو معاذ بلخی (ص ۱۴۲ - ۱۴۶)

ان کا نام حارث[2] بن سلیمان تھا، وفات محرم ۱۹۹ھ میں ۸۴ سال کی عمر میں ہوئی، حضرت ابو حنیفہ کی خدمت میں رہے ہیں، قاضی ابو یوسف اور قاضی[3] ابو مطیع کے شریک اور شقیق بلخی کے دوست تھے، ان کے بیٹے کا نام محمد بن ابی معاذ ہے جو عبد[4] الرزاق کی خدمت میں کسب فیوض کے لیے حاضر ہوئے تھے،

---

[1] یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری کوفی مشہور بہ قاضی ابو یوسف شاگرد امام ابو حنیفہ، ۱۱۳ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۲ھ میں بغداد میں وفات پائی جہاں وہ مدتوں قاضی القضاۃ تھے، ان کی تصانیف کتاب الخراج والآثار اور ادب القاضی ہیں (الاعلام ۹/ ۲۵۲) شقیق بلخ کے سلسلے میں رک: طبقات ہروی ۲، کشف المحجوب باب ۱۱، طبقات سلمی ۶۱، تذکرۃ الاولیا ۱/ ۱۶۴، حلیۃ الادب ۸/ ۵۸، رسالہ قشیریہ ۱۶، ابن خلکان ۲/ ۱۷۱، شذرات ۱/ ۳۴۱، میزان الاعتدال ۱/ ۴۴۹، نفحات الانس ۵۱، فردوس المرشدیہ ۶۴۔ وغیرہ۔

[2] کتاب مزارات بلخ میں خالد بن سلیمان ہے، رک الجواہر المضیہ ۲/ ۲۵۵ — ۲۵۶۔

[3] شیخ چہاردہم۔

[4] ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع حمیری ائمہ اعلام میں تھے۔ ۸۵ سال کی عمر میں ۲۱۱ھ میں وفات پائی (خلاصہ ۲۰۱)

Marfat.com

ابو محمد[1] اعمش قاضی نے علی بن عیسیٰ[2] والی بلخ سے شیخ ابو معاذ بلخی کی شکایت کی اور ان کو شہر بدر کر کے فرغانہ روانہ کر دیا گیا، راستے میں عبدالعزیز خالد[3] قاضی ترمذ نے ان کا استقبال کیا، اس نتیجے میں وہ بھی فرغانہ سے شہر بدر کر دئے گئے، کہتے ہیں کہ ابو معاذ اور عبدالعزیز کے ہاتھوں ہزاروں آدمی فرغانہ[4] اور شاش[5] میں مسلمان ہوئے تھے، جب ابو مطیع قاضی بلخ ہوئے تو ابو محمد اعمش کو شہر بلخ چھوڑنا پڑا، وہ مرو[6] چلے گئے اور عبدالعزیز اور ابو معاذ واپس لوٹے۔

(۱۴) شیخ ابو مطیع قاضی بلخ (ص ۱۴۶ – ۱۵۴)

ان کا نام حکیم بن عبداللہ ہے، ۱۷۴ھ[7] ہجری میں وفات ہوئی، انھوں نے ۴۷ سال کی عمر پائی، دروازۂ نوبہار بلخ میں دفن ہوئے، کہتے ہیں کہ

---

[1] ابو محمد سلیمان بن مہران ملقب بہ اعمش اصلاً رازی ہیں، ۱۴۸ھ میں کوفہ میں وفات پائی، قرآن و حدیث کے بڑے عالم تھے ۱۳۰۰ احادیث ان سے مروی ہیں۔

[2] یہ شخص شقیق کا معاصر تھا، رک: فضائل ص ۱۳۱، علی بن عیسیٰ بن ہامان عبدالرشید اور الامین کے دور کا ایک فوجی افسر متوفا ۱۹۵ھ۔

[3] سنن سنائی میں محدث عبدالعزیز بن خالد بن زیاد ترمذی کا نام آیا، ان سے یہی بزرگ مراد ہیں۔

[4] فرغانہ ماوراء النہر کا مشہور قصبہ ہے، بابر کا تعلق اسی سے تھا۔

[5] شاش چاچ کا معرب ہے، یہی موجودہ تاشقند ہے جو جمہوریہ ازبکستان (روس) کا مرکز ہے۔

[6] ماوراء النہر کا مشہور تاریخی شہر۔

[7] نسخۂ اصل میں سنہ اربع و مائۃ (۱۰۴) ہے لیکن ورسجی نے مزارات بلخ میں جو فضائل بلخ ہی سے مقتبس ہے یہی تاریخ دی ہے، مگر یہ بھی صحیح نہیں معلوم ہوتی اس لیے کہ شیخ ابو زید کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابو مطیع ابوزید کے ۱۰۶ سال بعد فوت ہوئے، اور آخر الذکر کی وفات محرم ۱۹۹ھ بروز جمعہ ہوئی، پہلا جمعہ ۴ محرم کو تھا اس لحاظ سے ۲۰ ربیع الآخر ۱۹۹ھ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

Marfat.com

ابن المبارک[1] کے بعد بلخ کے قاضی مقرر ہوئے۔ قاضی ابو مطیع نے ہر فن کے مشکلات پر چار ہزار مسئلے جمع کیے اور انھیں امام ابو حنیفہ کی خدمت میں پیش کیے، امام صاحب نے اس کام کو بہت پسند فرمایا، امام صاحب کی محفل میں بعض اوقات سوال یا مسئلے کا جواب قاضی ابو مطیع ہی دیتے تھے، ایک مرتبہ ایک وادی میں گزر رہے تھے، لوگوں کا اژدہام تھا، لوگ ان سے مسئلے پوچھتے تھے اور وہ فوراً شافی جواب دیتے تھے، اس وقت ان کی عمر بیس سال کی تھی۔

شیخ ابو مطیع امور دینی کے اجرا میں دنیوی حاکم کی مطلق پروا نہ کرتے، ایک مرتبہ خلیفۂ بغداد کی طرف سے ایک حکم نامہ پہنچا جس میں قرآن[2] کی آیت: "الذی آتیناہ الحکم صبیا" کا مصداق یحییٰ[3] بن برمک کو ٹھہرایا، دوسری روایت کے بقول مامون کو، قاضی ابو مطیع غضبناک ہوئے اور خطبہ دیا کہ خلیفۂ بغداد کا حکم ہے کہ آیت مذکور میں مامون مراد ہیں اور میں کہتا ہوں کہ اس سے یحییٰ بن زکریا مراد ہیں، جو شخص اس کے برخلاف کہتا ہے وہ کافر ہے۔

ایک بار دروازۂ بلخ پر ایک زمین کے بارے میں خلیفہ کے ایک مقرب نے اپنے استحقاق کے لیے دارالخلافہ سے توقیع حاصل کر لیا، ابو مطیع نے توقیع کی پشت پر یہ عبارت لکھ دی:

میں آپ کا عامل ہوں، کتابِ خدا اور سنتِ رسولؐ کے مطابق میں نے فیصلہ کر دیا، اگر آپ اس فیصلے سے راضی ہیں تو مجھے برقرار رکھیں ورنہ

(گزشتہ سے پیوستہ) تک ۱۰۵ ہوتے ہیں، میزان الاعتدال اور فواید ص ۶۸ میں یہی تاریخ درج ہے، لیکن الجواہر المضیہ ۲/ ۲۶۵ میں عمر ۸۴ سال اور سنہ وفات ۱۹۷ھ ہے، چوں کہ المبارک کی وفات پر یعنی ۱۸۱ھ میں قاضی مقرر ہونے کا ذکر ہے، اور یہ مدت ۱۶ سال بتائی گئی جو ۱۹۷ھ میں پوری ہوتی ہے، بہر حال وفات کا ۱۹۹ھ زیادہ قرین قیاس اس لحاظ سے ہے کہ مامون ۱۹۸ھ میں تخت نشین ہوا اور مامون کا زمانہ انھوں نے پایا تھا، ان وجوہ سے وفات کی ۱۰۴، ۱۷۴، ۱۹۷ھ سب تاریخیں غلط ہیں۔

[1] ابن المبارک کی وفات ۱۷۴ھ میں ہوئی، اس لحاظ سے وفات تک ابو مطیع کی مدت قضا صرف ۱۸ سال ہوتی ہے اور ۱۷۴ھ تاریخ فرض کرنے میں صرف تین سال، حالاں کہ میزان الاعتدال ۱/ ۲۶۹ اور الجواہر المضیہ ۲/ ۲۶۵ میں یہ مدت ۱۶ سال درج ہے۔

[2] قرآن سورۂ مریم آیت ۱۲: یا یحییٰ خُذِ الکتابَ بِقُوَّۃٍ وَآتیناہُ الحکمَ صَبِیّا۔

[3] یحییٰ بن خالد بن برمک وزیر دربار عباسیان بغداد (۱۲۰ تا ۱۹۰)

Marfat.com

معزول کردیں، جب یہ جواب دار الخلافہ پہنچا، تو بڑی تعریف ہوئی اور اسی کے مطابق دوسرا فرمان جاری ہوا۔

ابو مطیع نے تین لڑکے اور آٹھ لڑکیاں چھوڑی تھیں، لڑکے یہ تھے: محمد، یسع، عکرمہ، بڑی لڑکی قاسم[1] زریق کے نکاح میں، دوسری عشرا خاتون زوجہ یحیی بن یسار، تیسری خولہ زوجہ صالح بن عیسیٰ، چوتھی حندق، پانچویں خشیشہ زوجہ معین، چھٹی طاہرہ والی طالقان کے عقد میں، ساتویں[2] رقیہ۔

قاضی ابو مطیع نے ابو ہریرہ رضؓ کی روایت کی یہ حدیث نقل کی ہے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"المومن[3] اکرم علی اللہ من الملایکۃ الذی ہم عندہٗ"

یعنی مومن اللہ کے نزدیک ملایکہ سے گرامی تر ہے۔

(۱۵۱) وسیم بن جمیل ثقفی (ص ۱۵۴ - ۱۵۶)

وہ امام قتیبہ[4] بن سعید بغلانی[5] کے چچا تھے، کنیت ابو محمد ہے، بلخ میں ۱۸۲ھ میں وفات پائی اور یعقوب[6] قاری کے مرقد کے پاس دروازہ نوبہار بلخ میں دفن ہوئے، وسیم بن جمیل نے روایت کی ہے، کہ ایک شخص عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کوئی چیز مانگی، عبداللہ رضؓ

---

[1] شیخ وقت تھے، فضائل بلخ میں بیسویں نمبر پر مذکور ہیں، وفات ۲۰۱ھ۔

[2] ایک کا نام رہ گیا ہے۔

[3] یہ حدیث ضعیف ہے، ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے، الجامع الصغیر ۲/ ۱۸۵ میں صورت حدیث یہ ہے: المومن اکرم علی اللہ من بعض ملایکتہ۔

[4] کنیت ابو رجا ثقفی ہے، اکابر رجال حدیث میں تھے، بخاری میں ۳۰۸ اور مسلم میں ۶۶۸ حدیث ان سے مروی ہیں (۱۴۸ا۔ ۲۴۰ھ)

[5] بغلان شمال افغانستان میں اسی نام سے موجود ہے، ۱۳۲۰ھ تک ابن قتیبہ کی قبر محفوظ تھی، سیلاب کی راہ میں آجانے سے ان کی لاش دوسری جگہ منتقل کر دی گئی۔

[6] یعقوب قاری شیخ مذکور در شمارہ ۱۰، متوفا ۱۳۳ھ۔

Marfat.com

نے اپنا عمامہ اسے دے دیا، حاضرین نے کہا کہ اگر اس کو ایک درم دے دیتے کافی تھا، عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَّ ابرَّ البرِّ ان یصلَ الرجل اہل وُدِّ ابیہ و ہذا کان من اہل وُدِّ عمر بن الخطاب"

یعنی بہترین نیکی وہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے دوست کے ساتھ کرے، اور یہ سائل حضرت عمر بن خطاب کے دوستوں میں سے ہے۔

(۱۶) سلم بن سالم (ص ۱۵۶ — ۱۶۰)

سلم، امیر بلخ علی بن عیسی[۱] کی شکایت پر کہ وہ شہادت کے موقع پر خلیفہ[۲] کے احکام کی پرواہ نہیں کرتے۔ بغداد میں قید[۳] کر لیے گئے، اور ۲۰ سال قید میں رہے، ہارون رشید کی وفات[۴] پر زبیدہ[۵] نے ان کو آزاد کر دیا، کہتے ہیں کہ حالتِ قید میں انھوں نے دعا کی تھی کہ بارخدایا مجھے اس قید سے ہارون کے ہاتھ نجات نہ دلا، اور جب تک حج نہ کرلوں اور اپنے اہل و عیال سے نہ مل لوں، مجھے وفات نہ دے۔ مقاتل[۶] کہتے ہیں کہ سلم کی یہ دعا پوری ہوئی، ہارون کی وفات پر جب زبیدہ نے ان کو آزاد کیا وہ حج کے لیے تشریف لے گئے، وہیں اہل خاندان سے ملے،

---

[۱] علی بن عیسی ماہان، ہارون اور امین کے دور کا مشہور سردار، ۱۹۵ھ میں مامون کے ہاتھوں قتل ہوا، حالات کے لیے دیکھیے زین الاخبار ص ۱۳۱ — ۱۳۲، الاعلام ۵/۱۳۳۔

[۲] ہارون الرشید مراد ہے، ۱۷۰ — ۱۹۳ھ، ۲۳ سال حکومت کی۔

[۳] ۱۷۴ھ کے حدود میں قید ہوئے ہوں گے۔

[۴] فضائل ص ۱۵۸ یعنی ۱۹۳ھ میں۔

[۵] زبیدہ بن جعفر ۱۶۰ھ میں ہارون کی زوجیت میں آئی، ۲۱۶ھ میں وفات پائی۔

[۶] یعنی ابومقاتل حفص بن سلم سمرقندی، وفات ۲۰۸ھ۔

Marfat.com

حج کے ارکان پورے کرنے کے بعد ۱۹۴ھ[1] میں وفات پائی، سفیان[2] بن عیینہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

ان کی روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"من السنۃ یشیع الضیف الی باب الدار"

یعنی سنت یہ ہے کہ مہمان رخصت کرتے وقت اس کے ساتھ گھر کے دروازے تک جائے۔

انھوں نے مزید امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے:

"عن نافع عن ابی عمر رضی اللہ عنہ فقال رمقت النبی علیہ السلام اربعین یوماً اوشہراً فسمعتہ یقرأ فی رکعتی الفجر قل یا ایہا الکافرون وقل ہو اللہ احد"

یعنی عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ۴۰ روز یا ایک ماہ حضور علیہ السلام کو دیکھتا رہا کہ نمازِ فجر کی دو رکعت سنتوں میں قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد قرأت فرماتے تھے۔

(۱۷۱) عمر بن ہارون بلخی (۱۶۰ ــ ۱۶۲)

ان کی کنیت ابوحفص ہے، ۱۹۶ھ میں جمعہ کے روز بلخ میں فوت ہوئے، ابن مطیع کے قول کے مطابق ابن جریج[3] کا سارا علم حفظ کر رکھا تھا، قتیبہ بن سعید[4] کی روایت ہے کہ وہ پچاس ہزار حدیث پر عبور رکھتے تھے۔

---

[1] اصل میں ۱۷۰ھ غلط ہے، اس لیے کہ ان کی وفات ہارون کی وفات کے بعد واقع ہوئی، اور تمام مورخوں کا اتفاق ہے کہ ہارون ۱۹۳ھ میں فوت ہوئے (دیکھیے زین الاخبار ص ۷۰) پس وہ ۱۹۳ھ کے بعد فوت ہوئے ہوں گے۔

[2] ابومحمد سفیان عیینہ بن میمون ہلالی کوفی مؤلف الجامع درحدیث، ولادت کوفہ ۱۰۷، وفات مکہ ۱۹۸ھ (حلیہ ۷/۲۷۰)

[3] ابوالولید عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج (۸۰ ـ ۱۵۰ھ) امام حرم۔

[4] یعنی قتیبہ بن سعید بغلانی جن کا ذکر فضائل بلخ میں تیسویں شمارہ میں ہوا ہے، قتیبہ نے ان سے روایت بھی کی ہے، میزان الاعتدال ۲/۲۷۲ میں ہے کہ بعض لوگ ان کی روایت کو ضعیف قرار دیتے ہیں۔

Marfat.com

(۱۸) عبداللہ بن عمر بن میمون[1] الرماح (ص ۱۶۲ - ۱۶۵)

ان کی کنیت ابو محمد القاضی ہے، ۲۰۱ھ[2] میں نیشاپور میں فوت ہوئے، ابو مطیع کی وفات[3] کے بعد چھ ماہ تک[4] شداد حکیم، قاضی بلخ تھے، ان کے بعد قضا عبداللہ[5] بن الرماح کے سپرد ہوئی، مامون نے یوسف بن واقد، خلف ایوب[6] اور ابن الرماح کو بلایا اور پہلے دونوں کے انکار پر ابن الرماح کو قاضی بنایا، اس وقت وہ جوان تھے، ابن الرماح نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:

" لاتصوم[7] المرأة یوما من غیر شہر رمضان الا باذن زوجہا "

یعنی عورت کو سوائے رمضان کے روزہ کے ایک روزہ بھی شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں رکھنا چاہیے۔

(۱۹) حاتم اصم (ص ۱۶۵ - ۱۷۷)

بلخ کے اکابر علماء و صوفیہ میں تھے،[8] ان کی کنیت ابو عبدالرحمٰن ہے،

---

[1] عمر بن میمون الرماح کے بیٹے تھے (متوفا ۱۷۱ھ) ان کا ذکر نمبر ۱۱ کے تحت گزر چکا ہے۔

[2] یہ تاریخ بالکل غلط ہے اس لیے کہ مامون نے ان کو قاضی مقرر کیا ہے اور مامون کی خلافت ۱۹۸ھ میں شروع ہوئی تھی۔

[3] ابو مطیع کی وفات میں بڑا اختلاف ہے، قیاس ہے کہ ۱۹۹ھ میں ہوئی ہوگی۔

[4] شداد حکیم کے حالات کے لیے دیکھیے شمارہ ۲۲، ان کی وفات ۲۱۳، یا ۲۱۴ھ میں ہوئی۔

[5] اس حساب سے الرماح کا عہدۂ قضا ۲۰۰ھ کے حدود سے شروع ہوا ہوگا۔

[6] دیکھیے شیخ مذکور شمارہ ۲۱، وفات ۲۰۵ھ۔

[7] یہ حدیث صحیح مسند احمد، صحیح ابوداؤد وغیرہ میں ابوسعید خدری سے منقول ہے، دیکھیے الجامع الصغیر ۲/۲۰۱۔

[8] ان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو طبقات سلمی ۹۱، حلیۃ الادب ۸/۷۳، رسالۂ قشیریہ، تاریخ بغداد ۸/۲۴۱، شذرات الذہب ۲/۸۷، تذکرۃ الاولیا ۱/۲۰۵ وغیرہ۔

Marfat.com

واشگرد[1] میں وفات ہوئی اور وہیں دفن ہوئے، ان کے والد کے نام کے بارے میں اختلاف ہے یعنی حاتم بن عنوان، حاتم بن یوسف، یا حاتم بن عنوان بن یوسف، امام قشیری لکھتے ہیں کہ شقیق[2] بلخی کے شاگرد اور احمد[3] بن خضرویہ کے استاد تھے۔ حاتم کے قول سے روایت ہے کہ وہ شقیق بلخی کی خدمت میں تیس سال تک رہے ہیں، ایک روز استاد نے پوچھا اس مدت میں کیا سیکھا، کہا کہ میں نے خوب جان لیا کہ میرا رزق میرے پروردگار کے پاس ہے، اس لیے میں کسی دوسرے شخص کی طرف متوجہ نہ ہوا سوائے خدا کے، اور میں نے دیکھا کہ دو فرشتے مجھ پر مقرر ہیں کہ جو کچھ مجھ سے صادر ہوتا ہے لکھتے ہیں، میں کوئی بات بجز سچ کے بولتا ہی نہیں ہوں، قشیری کا بیان ہے کہ وہ گونگے نہ تھے بلکہ ایسا ظاہر کرتے کہ وہ گونگے ہیں۔

حاتم نے کافی سیاحت بھی کی تھی، خوارزم، رے، بغداد وغیرہ میں خاصا وقت گزارا، ان کے نصائح میں ہے:

"اپنی ذات (نفس) کو چار چیزوں میں طلب کر، اول صالح اور بے ریا عمل میں، دوم بغیر لالچ کے کسی چیز کے حاصل کرنے میں، تیسرے کسی کو بغیر احسان کے دینے میں، چوتھے کم خوری جس میں بخل کا شائبہ نہ ہو۔

فرماتے ہیں کہ شہوت تین چیزوں میں ہے، گفتگو میں، کھانے میں اور دیکھنے میں، زبان کی حفاظت کر، بری بات منھ سے نہ نکلے، کھانے کا حریص نہ ہو، کھانا حلال کھانا چاہیئے اور صرف اس قدر کھانا چاہیئے کہ عبادت کر سکے، بری چیز نہ دیکھے اور جو چیز دیکھنے کی ہو اس پر عبرت کی نگاہ سے دیکھے۔

فرماتے ہیں، جب تک چار خصائص نہیں ہو جاتیں دنیا میں سلامتی حاصل نہیں ہوتی، وہ چار خصلتیں یہ ہیں:

جب تیری قوم سے کوئی لغزش ہو جائے تو اس کو معاف کرے۔

ان کے جہل کو ظاہر نہ کرے اور اپنے جہل کو ان سے نہ چھپائے۔

---

[1] ماوراالنہر کا ایک شہر جو شمالی مشرقی تاجیکستان میں دوشنبہ سے ۱۲ میل دور ہے۔

[2] شقیق واشگرد کے قریب کولان میں ۱۷۴ھ میں شہید ہوئے، رک شیخ نمبر ۱۲۔

[3] رک شیخ مذکور تحت شمارہ ۲۹۔

Marfat.com

اپنی کسی چیز کے دینے میں کوئی دریغ نہ رکھے۔

ان کی ہر چیز سے خواہش ختم کرے اور نا امید ہو جائے، جب یہ خوبیاں تجھ میں پیدا ہو جائیں تو دنیا میں سلامت رہے گا۔

حاتم سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ سارا جہاں، علما، فقہا، زہاد، ملوک، سلاطین آپ سے محبت رکھتے ہیں، انھوں نے فرمایا کہ اس وجہ سے کہ میں کسی مخلوق سے نہیں ڈرتا، سوائے حق تعالیٰ کے اور اسی طرح کسی شخص سے کوئی امید نہیں رکھتا بجز حضرت ذوالجلال کے، وگوں نے کہا کہ یہ حکمت کہاں سے سیکھی، فرمایا کہ کم کھانے اور کم بولنے سے، خدا نے جو کچھ مجھے پہنچا دیا، کل کے لیے نہ چھوڑا۔

(۲۰) قاسم زریق (ص ۱۷۷ — ۱۷۸)

ان کی کنیت ابو محمد فقیہ ہے، ۲۱۱ھ میں وفات پائی، وہ قاضی ابو مطیع کے داماد ہیں، قاسم زریق سے یہ حدیث مرفوع مروی ہے:

"ان الصدقۃ و صلۃ الرحم یزید اللہ بھما فی العمر و یرفع اللہ بھما میتۃ السوء و یرفع اللہ بھما المحذور والمکروہ، و الصدقۃ تطفئ الذنب کما تطفئ الماء النار"[1]

یعنی صدقہ اور صلہ رحم سے عمر بڑھتی ہے، اللہ ان کی وجہ سے بری موت سے محفوظ رکھتا ہے، بری اور ناہنجار باتوں کو دور رکھتا ہے، صدقہ اس گناہ کو اسی طرح بجھاتا ہے جس طرح پانی آگ کو۔

(۲۱) خلف ایوب (ص ۱۷۸ — ۱۸۵)

ان کی کنیت ابو سعید ہے، بلخ میں رمضان ۲۰۵ ہجری میں وفات پائی، ان کے بیٹے محمد بن خلف کا قول ہے کہ وفات کے وقت ان کی عمر ۶۹ سال کی تھی، کہتے ہیں کہ بلخ کی قضا ان کو

---

[1] ترمذی میں ایک حدیث ابو ہریرہ سے مروی ہے: الصدقۃ تطفئ غضب الرب و تدفع میتۃ السوء۔

Marfat.com

سپرد ہوئی مگر انھوں نے انکار کیا، یہاں تک کہ[1] ان کو قید کر دیا گیا، ان کے جنازے کی نماز نوح بن اسد[2] (سامانی) نے پڑھائی تھی، ان کے بیٹے سعید بن خلف مدتوں بخارا میں قاضی تھے، ان کی وفات بھی بلخ ہی میں ہوئی۔ خلف ایوب کو ۴۲ ہزار احادیث حفظ تھیں، ان کی روایت سے یہ حدیث منقول ہے: "المرء[3] تحت ظل صدقۃ یوم القیامۃ"، یعنی آدمی قیامت کے دن اپنے صدقے کے سائے تلے ہوگا۔

(۱۱) شداد حکیم (ص ۱۵۵- ۱۹۵)

ان کی کنیت ابو عثمان ہے، چھ ماہ بلخ کے قاضی رہے، اس کے بعد بغداد فرار ہوگئے، ۲۱۴ھ میں فوت ہوئے، اس وقت عمر ۷۹ سال تھی، ابو لیث سمرقندی[4] نے تاریخ وفات ۲۱۳ھ کے آخر میں عمر ۸۹ سال لکھی ہے، تل پر دفن ہوئے، ان کا مقبرہ اجابت دعا کے لیے مشہور تھا، کہتے ہیں کہ قضائے بلخ دی جاتی تھی، مگر وہ برابر انکار کرتے تھے، آخر جان کے خوف سے قبول کیا، چھ ماہ قاضی رہے، کوئی مشاہرہ قبول نہ کیا، بعض روایت میں ہے قاضی ابو مطیع[5] کی آنکھیں کمزور ہوگئی تھیں، مامون نے ان کو لکھا کہ ہرثمہ اعین کو یہ کام سپرد کر دیا جائے مگر

---

[1] خلف کے قید کرنے کی روایت کی تصدیق نہیں ہوتی، اس لیے کہ عبداللہ بن عمر بن میمون الرماح کے ذیل میں یہ واقعہ درج ہے کہ مامون (۱۹۸۔ ۲۱۹ھ) نے ابن الرماح، خلف اور یوسف بن واقد کو قضائے بلخ کے سلسلے میں مرو بلایا تھا، خلف اور یوسف کے انکار پر ابن الرماح کو قاضی بلخ مقرر کیا، تینوں بزرگوں کے مامون کے دربار سے ساتھ ساتھ آنے کا ذکر ہے۔ (فضائل بلخ ص ۱۶۴)

[2] نوح بن اسد سمرقند کا سامانی حکمراں (۲۰۴ تا ۲۴۵ھ)

[3] مشابہ حدیث کے لیے دیکھیے تخریج حدیث احیاء علوم الدین ج ۱ احیاء ص ۲۲۵۔

[4] کتاب النوازل کے حوالے سے (فضائل ص ۱۸۶)

[5] شیخ مذکور ذیل شمارہ ۱۴، وفات ۱۹۷ یا ۱۹۹ھ ان کی وفات کا مسئلہ اختلاف آرا ہے، ۱۹۸ میں مامون خلیفہ ہوئے، اس سے قبل وفات غلط ہے۔

Marfat.com

قاضی نے خلف کا نام تجویز کیا، خلف کے انکار پر شداد کے لیے یہ کام تجویز ہوا، وہ بھی بغداد فرار ہو گئے، شداد کے قضا کے زمانے کا ایک واقعہ فضائل بلخ میں[1] درج ہے کہ انھوں نے کس طرح امیر بلخ کے مقابلے میں ایک عامی آدمی کا حق تسلیم کیا۔ شداد حکیم کو دس[2] ہزار احادیث حفظ تھیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابوذر غفاری حضور علیہ السلام کے پاس مسجد میں تشریف لائے :

" قال علیہ السلام : اصلیت رکعتین ؟ قال : لا، قال : مامنعک ؟ قال الحیاء ــ قال لاتعمل شیئاً ریاء ولا تدعہ حیاء "

یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا : دو رکعت نماز پڑھی؟ کہا : نہیں، کہا : کس چیز نے روکا، کہا : شرم، فرمایا : اے ابوذر، کوئی کام ریار سے نہ کرو اور شرم کی وجہ سے کسی کام کو نہ چھوڑو۔

(۲۳) عصام[3] بن یوسف (ص ۱۹۶ ــ ۲۰۱)

ان کی کنیت ابوعصمہ ہے، بلخ میں ۲۱۵ھ میں وفات پائی، عمر ۸۴ سال کی تھی، ابومقاتل[4] نے تاریخ وفات[5] ۲۱۴ھ لکھی ہے، ان کا مزار دروازہ نوبہار کے قبرستان میں ہے، عصام کے تین اور بھائی تھے محمد، نعیم اور ابراہیم، عصام کے بیٹے عبید بن عصام بن یوسف، ابومحمد احمد بن مدرک کے بعد والی بلخ ہوئے۔

امام ابوحنیفہ کے صحبت یافتہ تھے، ان کے بقول امام کے اصحاب میں علم و فضل کے لحاظ سے حسب ذیل نہایت ممتاز تھے : عافیہ[6] بن یزید،

---

۱ ص ۱۸۹۔ ۱۹۰۔

۲ فضائل ص ۱۹۳۔

۳ رک : الجواہر المضیہ ۱/ ۳۴۷، الفوائد البہیہ ۱۱۶، میزان الاعتدال ۲/ ۱۹۶، انساب سمعانی وغیرہ۔

۴ اصحاب ابوحنیفہ میں تھے (الفوائد ۲/ ۵۵۴)۔

۵ فوائد بہیہ ص ۱۱۶ میں ۲۱۰ھ اور میزان ۲/ ۱۹۶ میں ۲۱۵ھ ہے۔

۶ عافیہ بن یزید اودی نسائی کے نزدیک ثقات محدثین میں ہیں (الجواہر ۱/ ۲۶۷)۔

Marfat.com

زفر[1]، ابو یوسف[2]، اسد[3] بن عمرو،

عصام بڑے سخی اور متواضع تھے، ان کی سخاوت و تواضع کے چند واقعات درج ہیں، مستجاب الدعوات تھے، طلحہ[4] کے لشکریوں نے جب اہل بلخ کے گھروں پر قبضہ کر لیا تو لوگوں کی شکایت طلحہ کے پاس لے گئے، اس نے پہلے وعدہ کیا، پھر وعدہ خلافی کی، آپ نے جمعہ کے روز بارگاہِ ایزدی میں دعا کی، طلحہ کا اسی رات انتقال ہوگیا۔

عصام نے حضور صلعم سے مرفوعاً روایت کی ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا:

" لا تقوم الساعۃ حتی یملک رجل من اہل بیتی یواطی اسمہ اسمی"

یعنی قیامت نہیں آئے گی جب تک دنیا کی حکومت میرے اہل بیت میں سے ایسے کے پاس نہ آئے جس کا نام میرے نام کے موافق ہو۔

(۲۴) مکی بن ابراہیم (ص ۲۰۲ - ۲۰۶

ان کی کنیت ابو سکن الصدوق ہے، ۹۰ سال کی عمر پائی، ۲۱۵ھ میں انتقال فرمایا، پانچ بار حج کیا، ان کے دو لڑکے عالم متبحر تھے، ایک کا نام حسن تھا اور دوسرے کا یعقوب، حسن کا ایک لڑکا محمد نامی تھا، مکی بن ابراہیم کے ایک بھائی اسماعیل بن ابراہیم تھے۔ محمد بن ابو مطیع[5] روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ مکی بن ابراہیم ۱۳ کبرائے تابعین کے صحبت یافتہ ہیں، امام ابوحنیفہ

---

[1] ابوالہذیل زفر بن ہذیل بن قیس عنبری، اصفہان کے بنی تمیم سے متعلق اور امام ابوحنیفہ کے مقتدر ترین اصحاب میں تھے، بصرہ میں قاضی تھے اور وہیں ۱۵۸ھ میں انتقال فرمایا (الاعلام ۷۸/۲)

[2] ولادت کوفہ ۱۱۳ھ، وفات بغداد ۱۸۲ھ۔

[3] اسد بن عمرو بن عامر قاضی قشیری، کوفی، ہارون (فوت ۱۹۳ھ) کے زمانے میں واسط، بغداد کے قاضی تھے، ۱۸۸ یا ۱۹۰ھ میں وفات پائی۔

[4] مراد بادشاہ دوم طاہریان ۲۰۷ - ۲۱۳ھ۔

[5] ابو مطیع کے حالات کے لیے دیکھیے فضائل بلخ شمارہ ۱۴۔

Marfat.com

کی صحبت میں بڑے محترم شمار ہوتے تھے، ابو مطیع ۱۴۰ھ میں کوفہ میں امام صاحب کی خدمت میں پہنچے تھے۔

مکی بن ابراہیم نے حضرت ابوحنیفہ سے یہ حدیث روایت کی کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا:[1]

"لولا ان اشق علی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلوٰۃ"

یعنی اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔

(۲۵) شہاب[2] بن معمر (ص ۲۰۶ - ۲۰۸)

وہ کان کے بہرے تھے، ۹۴[3] سال کی عمر پائی، قید خانہ میں ان کی وفات ہوئی، قرض کی وجہ سے[4] ان کو قید کیا گیا تھا، ابو[5] سکن کے بقول ان کی پیدائش ۲۰۳ھ میں اور وفات ۲۹۸ھ میں واقع ہوئی، ان سے احادیث مروی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے: فرمایا رسول[6] اللہ نے:

"لا یومن عبد حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ"

یعنی کسی مومن کا ایمان اس وقت تک درست نہیں جب تک وہ جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے، اپنے بھائی کے لیے پسند نہ کرے۔

---

۱ رک: الجامع الصغیر ۲/۱۳۲۔

۲ شہاب بن معمر عوفی ابوالازہری، علمائے حدیث میں ہیں، بخاری نے ادب المفرد میں ان سے روایت کی ہے (خلاصہ ۱۴۳)۔

۳ ورجی نے یہی عمر دی ہے اور سال وفات ۲۹۸ھ لکھا ہے۔

۴ ورجی نے لکھا ہے کہ قاضی القضاۃ لیث بن مساور (شیخ شمارہ ۲۶) کے حکم سے محبوس ہوئے تھے۔

۵ ابوسکن سے غالباً مکی بن ابراہیم مراد ہیں۔

۶ حدیث صحیح بخاری و مسلم و مسند احمد و نسائی و ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت انس کی روایت سے آئی ہے (الجامع ۲/۲۰۴)۔

Marfat.com

۲۶۶) لیث بن مساور . (ص ۲۰۸ - ۲۱۰)

ان کی کنیت ابو یحیٰ ہے۔ عبداللہ بن عمر بن الرماحؒ[1] کے بعد وہ قاضی ہوئے، بلخ کے قاضیوں میں وہ گیارھویں قاضی ہیں، ان کی وفات بلخ ۲۲۴ یا ۲۲۶ھ میں ہوئی، ان کے قضا کے زمانے میں دارالخلافہ[2] سے مکتوب آیا کہ سب لوگ قرآن کو مخلوق کہیں، لیث نے کہا کہ اسّی سال کے بعد کفر ظاہر ہوا، پھر تمام آدمیوں کے سامنے اپنی دستار کو زمین پر پٹک کر کہا: میں نے اپنے نفس کو عہدۂ قضا سے معزول کیا اور جو قرآن کو مخلوق کہتا ہے وہ کافر ہے۔

۲۶۷) ابو سلیمان جوزجانی[3] (ص ۲۱۰ - ۲۱۴)

انھوں نے محمد بن حسنؒ[4] کی صحبت میں علوم حاصل کیے اور آخر الذکر کی تالیفات فقہ یعنی مبسوط[5] و جامعین[6] اور زیادات[7] کو اپنے خطے میں عام کیا، شیخ الاسلام صفی الدین مؤلف فضائل بلخ نے ۵۸۲ھ میں ان کی تربت کی جو فاریاب[8] میں ہے، زیارت کی تھی، ابو سلیمان نے محمد حسن سے

---

[1] شیخ کے حالات شمارہ ۱۸ کے تحت ملاحظہ کریں۔

[2] بظاہر مامون کے دربار سے آیا ہوگا، مامون ۱۹۸ سے ۲۱۸ تک خلیفہ رہے، ان کے زمانے میں خلقِ قرآن کا فتنہ اٹھا تھا۔

[3] ولایت جوزجان شمال افغانستان میں بلخ اور میمنہ کے درمیان ہے۔

[4] ابوعبداللہ محمد بن حسن بن فرقد شیبانی فقیہ بزرگ حنفی، وہ ۱۳۱ھ میں واسط میں پیدا ہوئے، ۱۸۹ھ میں رے میں وفات پائی (الجواہر ۲/۴۲، تاریخ بغداد ۲/۱۷۲)

[5] تالیف محمد بن حسن، اس کو کتاب الاصل بھی کہتے ہیں۔

[6] مراد الجامع الکبیر والجامع الصغیر در فروع تالیف محمد بن حسن شیبانی۔

[7] اپنی کتاب مبسوط پر اضافات و تعلیقات کے طور پر محمد بن حسن نے اس نام سے یہ کتاب لکھی۔

[8] شمال غربی افغانستان کا ایک خطہ جس کا مرکز میمنہ ہے۔

Marfat.com

احادیث روایت کی ہے، ان میں ایک یہ ہے، حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے[1]:

"قالت کان رسول اللہ صلعم یقبل بعض نسائہ وہو صائم"

یعنی رسول اللہ صلعم بعض ازواج کو بوسہ دیتے حالاں کہ وہ روزہ دار ہوتے تھے۔

(۲۸) ابراہیم بن یوسف (ص ۲۱۴-۲۱۹)

عصام[2] بن یوسف کے بھائی ہیں، ان کی کنیت ابو اسحاق ہے، ان کی ولادت ۱۳۹ھ میں اور وفات ۲۳۹[3]ھ میں ہوئی، داؤد[4] عباس نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، ان کی روایت کی ایک حدیث یہ ہے، فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"ما طلعت الشمس قط، الا بعث اللہ بجنبہا ملکین ینادیان و انہما یسمعان اہل الارض الا الثقلین۔ ایہا الناس! ہلموا الی ربکم فان ما قل[5] وکفی، خیر مما کثر والہی، ولا غربت الشمس الا بعث بجنبہا ملکین ینادیان اللہم عجل لمنفق خلفا وعجل لممسک تلفاً۔"

یعنی کسی روز آفتاب طلوع نہیں ہوتا کہ اس کے پہلو میں دو فرشتے منادی نہ کرتے ہوں (اور یہ ندا جملہ اہل زمین سوائے انسان اور جن کے سب سنتے ہیں) کہ اے لوگو! حضرت پروردگار کی طرف

---

[1] یہ حدیث صحاح ستہ میں درج ہے (الجامع الصغیر ۲/۱۱۹)

[2] ان کا نام ابراہیم بن یوسف بن میمون بن قدامہ بلخی ہے (الفوائد البہیہ ۱۲)

[3] ورسجی نے ۲۱۵ھ بھی لکھی ہے جو غلط ہے، ۲۴۱ھ بھی بتائی گئی (الفوائد ۱۲)

[4] داؤد بن عباس بن ہاشم بن ماھجور، امرای بانیجور میں تھا، اس کا باپ عباس بن ہاشم ۲۱۹ سے ۲۳۳ھ تک حاکم بلخ رہا، اس کی وفات پر داؤد حاکم بلخ ہوا، بیس سال تک نوشاد کی بنا میں مصروف تھا۔ ۲۵۸ھ میں یعقوب لیث صفاری کے ہاتھوں اس کی امارت ختم ہوئی، اس کی بیوی خاتون داؤد سخاوت میں ضرب المثل تھی (رک بفضائل بلخ ص ۲۰، ۳۹، ابن اثیر وقائع ۲۵۷ھ)

[5] حدیث کے اس حصے کے لیے دیکھیے الجامع الصغیر ۲/۱۴۷۔

Marfat.com

متوجہ ہو اس لیے کہ تھوڑا کافی (کفایت کرنے والا) "کثرت" سے بہتر ہے جو حق سے تجھ کو غافل کردے، اور کسی دن سورج غروب نہیں ہوتا کہ اس کے پیچھے دو فرشتے منادی نہ کرتے ہوں کہ خدایا ان لوگوں کو جو مال خرچ کرتے ہیں، بہت جلد ان کو ایک خلف عطا کردے اور جو لوگ بخل اختیار کرتے ہیں ان کے متعلق کہتا ہے خدایا ان کا مال تلف کردے۔

ابراہیم بن یوسف نے حضورؐ سے روایت کی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: [1]

"من قرأ یٰسٓ فی کل لیلۃ لابتغاء وجہ اللہ غفر اللہ لہ"

یعنی جو شخص خدا کی رضا کے لیے ہر شب سورۂ یٰسٓ پڑھتا ہے خدا اس کے گناہ معاف کردیتا ہے۔

(۲۹) احمد خضرویہ [2] (۲۱۹ ـ ۲۴۰)

ان کی کنیت ابو محامد ہے، عارف اور صاحب خیرات تھے، حاتم اصم [3] کے صحبت یافتہ ہیں اور صالح بن عبداللہ [4] سے تفسیر سنی ہے، ۲۴۰ھ میں وفات پائی، بلخ میں دروازۂ نوبہار کے قبرستان میں دفن ہوئے، ان کا مزار دعا کی قبولیت کے لیے مشہور ہے، امام الحرمین [5] فرماتے ہیں کہ جس کو دینی ضرورت لاحق ہو، ان کو شداد حکیم کے مزار پر جانا چاہیے اور جس کو دنیاوی ضرورت پڑے اس کو

لہ یہ حدیث صحیح بیہقی نے معقل بن یسار سے روایت کی ہے (الجامع الصغیر ۱/۱۷۸)

لہ ان کے حالات کے لیے ملاحظہ فرمائیں طبقات الصوفیہ ۸۲، کشف المحجوب باب ۱۱، شرح تعرف ۹۸، حلیۃ الادب ۱۰/۴۲، طبقات سلمی ۱۰۳، رسالہ قشیریہ ۲۱، تاریخ بغداد ۴/۱۳۷، تذکرۂ عطار ۱/۲۴۰، نفحات الانس ۵۷، مزارات بلخ ۲۱ (خطی) وغیرہ۔

لہ رک: فضائل بلخ شمارہ ۱۹۔

لہ صالح بن عبداللہ بن ذکوان باہلی ترمذی استاد صاحب صحیح ترمذی متوفا ۲۳۹ھ۔

لہ ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف جوینی، نظام الملک طوسی نے نظامیۂ بغداد کی بنا انھیں کی تدریس کے لیے ڈالی، اکابر علمائے شافعی میں سے ہیں اور کئی کتابوں کے مصنف، ۴۷۸ھ میں نیشاپور میں وفات پائی (الاعلام ۴/۳۰۶)

Marfat.com

احمد خضرویہ کے مشہد پر حاضر ہونا چاہیے'، احمد خضرویہ ابو تراب[1] بخشی کی بھی صحبت میں رہے ہیں، نیشاپور میں ابوحفص[2] حداد اور بسطام میں ابو یزید[3] بسطامی کی خدمت میں پہنچے ہیں۔

شیخ احمد کی دو بیویاں تھیں، بڑی مالک بن صالح کی بیٹی تھیں، ان کی ماں مومنہ حسن عمران والی خراسان کی بیٹی تھیں، ان خاتون نے صالح بن عبداللہ سے کتاب تفسیر روایت کی ہے، سات سال علوم دینی کی تکمیل مکہ معظمہ میں کی تھی، بلخ میں انتقال کیا اور شیخ احمد کے نزدیک دفن ہوئیں، ان کی دوسری بیوی بڑی مومنہ اور زاہدہ تھیں، انھوں نے ایمان کو تروتازہ درخت سے تشبیہ دی ہے جو ہر طرف جھکتا ہے لیکن اکھڑتا نہیں، بڑی بیوی مومن کے ایمان کو پہاڑ بتاتی تھیں جو ہوا سے نہیں ہل سکتا۔

(۳۰) قتیبہ بن سعید البغلانی[4] (ص ۲۳۰ – ۲۳۹)

ان کی کنیت ابو رجا الثقفی ہے، رجب ۱۴۸ میں بلخ میں پیدا ہوئے، ۲۴۰ھ میں

---

[1] عسکر بن محمد بن حصین ابو تراب بخشی (نسفی) مشایخ کبار میں تھے، متوفا ۲۴۵، ۲۴۶ (طبقات الصوفیہ ۲۶، سلمی ۱۴۶)

[2] ابوحفص عمرو بن سلم یا سلمہ نیشاپوری طبقۂ اول کے اولیا میں تھے، وفات ۲۷۰ھ میں ہوئی (سلمی ۶۷)

[3] ابو یزید طیفور بن عیسی بن سروشان بسطامی (بایزید بسطامی) متوفی ۲۶۱ھ۔

[4] معجم البلدان میں ہے (۱/۶۶۸): نام اصلی علی یا یحیی اور لقب قتیبہ ہے، وہ حجاج بن یوسف کے موالی میں تھے، ۱۷۲ھ میں ۲۳ سال کی عمر میں مکہ، مدینہ، شام، عراق، مصر گئے اور ثقات محدثین سے حدیثیں سنیں، منجملہ ان کے امام مالک بن انس تھے، ۲۱۶ھ میں بغداد گئے اور ۲۴۰ھ میں بغلان میں وفات پائی، مزید ملاحظہ ہو، تہذیب التہذیب ۸/ ۳۵۸، تاریخ بغداد ۱۲/ ۴۶۴، مزارات بلخ خطی، الاعلام ۶/ ۲۷، ان کے چچا وسیم بن جمیل ثقفی تھے جن کا ذکر فضائل بلخ ص ۱۵۴ – ۱۵۶ میں شیخ ۱۵ کے عنوان سے ہوا ہے، وسیم کا انتقال ۱۸۲ھ میں ہوا۔

Marfat.com

بغداد[1] میں وفات پائی اور جوار مسجد ابورجا میں مدفون ہوئے، تیرہ حج کیے، لیث بن سعد[2] کی صحبت پائی، تین علما سے ایک لاکھ احادیث سنیں، اول برسانی[3]، دوم جریر[4]، سوم عمر بن ہارون[5] محض آخرالذکر سے پچاس ہزار حدیثیں سنیں، رفتہ رفتہ اس درجے پر پہنچے کہ بڑے بڑے ائمہ نے ان سے احادیث سنیں اور نقل کی ہیں، ان میں سے یحییٰ[6] بن معین، ابوبکر شیبہ[7]، حمیدی[8]، احمد بن حنبل[9]، محمد بن اسماعیل[10] بخاری، مسلم بن[11] الحجاج، ابوداؤد[12] سجستانی، ابوموسیٰ[13] ترمذی،

---

[1] امام قتیبہ کا مزار اب تک معلوم ہے، ۱۳۲۰ شمسی میں سیلاب کی وجہ سے ان کی لاش دوسری جگہ منتقل کی گئی

[2] لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن فہمی مصر کے کبار محدثین میں تھے، امام شافعی نے ان کا مرتبہ امام مالک سے بڑھ کر مانا ہے، وہ اصلاً خراسانی ہیں (ابن خلکان ۱/ ۴۳۸، حلیۃ الاولیا ۷/ ۳۱۸، تاریخ بغداد ۱۳/ ۳)

[3] ابوعثمان محمد بن بکر عثمان برسانی محدث متوفی بصرہ ۲۰۳ھ (اللباب ۱/ ۱۱۲)

[4] شاید ابوعبداللہ جریر بن عبدالحمید ضبی کوفی محدث و قاضی رے مراد ہوں (۱۱۰ - ۱۸۸ھ)

[5] رک: فضائل بلخ ص ۱۶۰ ۔ بعد شیخ ۱۷۔

[6] یحییٰ بن معین بن عون امام محدثین اصلاً سرخسی تھے (۱۵۸ - ۲۳۳، تاریخ بغداد ۱۴/ ۷۷)

[7] ابوبکر عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن شیبہ حزامی مدنی، راویان صحیح بخاری تھے (خلاصہ ۱۹۵)

[8] شاید عبداللہ بن زبیر حمیدی قرشی متوفا 219 در مکہ، مراد ہوں۔

[9] احمد بن محمد بن حنبل شیبانی وائلی، پیدائش ۱۶۴، وفات ۲۴۱، مسند احمد انھیں کی تالیف ہے۔

[10] ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بخاری صاحب صحیح بخاری ۱۹۴ - ۲۵۶ھ، ان کے مزار پر اس مصرع میں تاریخ پیدائش و وفات درج ہے ؎

بہر تاریخ بخاری یاد دارم از ثقات صدق تاریخ ولادت نور تاریخ وفات

یہ قطعہ ان کے مزار پر جو ۱۹۵۷ میں بنا تھا درج ہے، مزار خرتنگ نامی ایک قریہ میں ہے جو سمرقند سے ۱۸ کلومیٹر شمال مشرق میں ہے، راقم ستمبر ۱۹۶۹ء میں مزار پر حاضری دے چکا ہے۔

[11] ابوالحسین مسلم بن حجاج بن مسلم قشیری نیشاپوری صاحب صحیح مسلم ۲۰۴ - ۲۶۱ھ۔

[12] ابوداؤد سلیمان بن جارود بن اشعث سیستانی صاحب سنن ابوداؤد (۲۰۲ - ۲۷۵ھ)

[13] ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی صاحب جامع ترمذی (۲۰۰ - ۲۷۹ھ)

Marfat.com

یحییٰ[1] حجاج کا نام خصوصیت سے فضائل بلخ ص ۲۳۶ میں درج ہے۔

ابو اسحق مستملی[2] نے ان کی پیدائش بلخ کے محلے دشتک میں لکھی ہے، اور ان کی عمر تمام روایت کے خلاف ۱۵۰ سال قرار دی ہے، خود قتیبہ کا قول ہے کہ کوئی شہر مجھے بلخ سے زیادہ پسند نہیں، اس لیے کہ یہ شہر میرا مولد ہے، اور یہیں میرے اجداد، میرے چچا، چچی اور والدہ وغیرہ مدفون ہیں، ان کے علاوہ چند پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں بھی یہیں سپرد خاک ہوئے ہیں۔

یہ دوبیت افاضل طالقان[3] کی کہی ہوئی ہیں۔

للہ درک یا بغلان من بلد ... مادام فیک امام الخیر محبوس

لولا قتیبۃ لم تذکر بواحدۃ ... لکن ذکرک قبل الشیخ مدروس

(اے بغلان! تجھ پر خدا کی برکتیں ہوں، اے شہر کے امام خیر تیری آغوش میں مدفون ہیں، اگر صرف قتیبہ کا ذکر نہ ہوتا تو تیری یاد ختم ہو چکی ہوتی)

بعض فضلا نے یہ نظم[4] قتیبہ کی زبان سے حالت نزع میں نقل کی ہے:

لولا القضاء الذی لابد مدرکہ ... والرزق یاکل الانسان بالقدر

ماکان مثلی فی بغلان منزلہ ... ولا یمر بہا الا علی سفر

(اگر حکم قضا کہ اس کا آنا لابدی ہے، اور روزی جس کو انسان اپنی مقدور بھر کھاتا ہے، نہ ہوتے تو میرے جیسے کی بغلان میں منزل نہ ہوتی، اور بجز ایام سفر کے وہاں گزر نہ ہوتا۔

(۳۱) محمد بن قاضی ابی مطیع (ص ۲۳۹ - ۲۴۴)

ان کی کنیت ابو جعفر ہے، ۲۴۴ھ میں وفات پائی، محمد بن ابو مطیع نے بہ روایت انس

---

[1] ابو ایوب یحیی بن ابی الحجاج بصری یا یحیی بن حجاج ابن ابی الحجاج مراد ہوں جن کی مروی احادیث جامع ترمذی اور سنن نسائی میں درج ہیں (خلاصہ ۳۶۲)

[2] فضائل بلخ میں نمبر ۲۵ کے تحت مذکور ہیں۔

[3] طالقان بھی کہتے ہیں شاید طالقان تخارستان شرقی بغلان مراد ہے۔

[4] معجم البلدان ۱/ ۴۶۸ میں بھی یہ دو بیتیں قتیبہ بغلانی کے نام سے درج ہیں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

روایت کی ہے :

" قال[1] علیہ السلام قل ہو اللہ احد ثلث القرآن "

انھوں نے سمرہ بن[2] جندب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے :

" عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من توضأ فاسبغ الوضوء ثم خرج الی المسجد فقال حین خرج من بیتہ بسم اللہ " الذی[3] خلقنی فہو یہدین " ہداہ اللہ صواب الاعمال ۔ فاذا قال : " والذی[4] ہو یطعمنی و یسقین " اطعمہ اللہ تعالی من طعام الجنۃ و سقاہ من شراب الجنۃ ۔ واذا قال : " و اذا[5] مرضت فہو یشفین " جعل اللہ تعالی مرضہ کفارۃ لذنوبہ ۔ فاذا قال : " والذی[6] یمیتنی ثم یحیین " اماتہ موت الشہداء و احیاہ حیوۃ الشہداء ۔ و اذا قال : " والذی[7] اطمع ان یغفرلی خطیئتی یوم الدین " غفر اللہ خطایاہ ، وان کان اکثر من زبد البحر ۔ فاذا قال : " رب[8] ہب لی حکماً و الحقنی بالصالحین " وہب اللہ لہ حکمۃ و الحقہ بصالحی من مضی و صالحی من بقی ۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

ابو مطیع کے حالات دیکھیے فضائل بلخ شمارہ ۱۴ ۔

1. طبرانی اور مستدرک حاکم میں یہ حدیث اس طرح پر ہے : قل ہو اللہ احد تعدل ثلث القرآن (الجامع الصغیر ۲/۸۷)
2. اصحاب رسول میں تھے اور بنی غطفان سے تعلق رکھتے تھے ، ۵۸ یا ۵۹ میں بصرہ میں انتقال فرمایا (اسد الغابہ ۲/۳۵۴)
3. قرآن سورۃ الشعراء ۷۸ ۔
4. آیت ۷۹
5. آیت ۸۰
6. آیت ۸۱
7. آیت ۸۲ ۔
8. آیت ۸۳

Marfat.com

و اذا قال : " واجعل لی لسان صدق فی الآخرین[1] " کتب اللہ ورقۃ بیضاء ان فلان ابن فلان من الصادقین ۔ و اذا قال : " واجعلنی[2] من ورثۃ جنۃ النعیم " اعطاہ اللہ تعالی منازل فی الجنۃ ، و اذا قال " فاغفر لابوی[3] ، غفر اللہ لابویہ "

(یعنی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر مسجد کی طرف روانہ ہوا ، پھر اپنے گھر سے نکلتے وقت کہا : بسم اللہ الذی خلقنی الخ (جس نے مجھے پیدا کیا پس وہی ہدایت بھی دیتا ہے) حق تعالی اس کو راہ راست عطا کرتا ہے ، اور جب وہ کہتا ہے : والذی ہو یطعمنی الخ (جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے) اللہ اس کو جنت کے کھانے سے کھلاتا ہے اور جنت کے پانی سے اس کو پلاتا ہے ، اور جس وقت اس نے کہا " و اذا مرضت الآیۃ (جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے) اللہ تعالی اس کے مرض کو اس کے گناہوں کا کفارہ قرار دیتا ہے ، جب وہ کہتا ہے :" والذی یمیتنی الآیۃ (اور جو مجھ کو موت دے گا پھر دوبارہ اٹھائے گا) تو میں اس کو شہدا کی موت اور شہدا کی زندگی عطا کرتا ہوں ، اور جب وہ کہتا ہے : والذی اطمع الخ (اور جس سے مجھ کو یہ امید ہے کہ میری غلط کاری کو قیامت کے روز معاف کرے گا) تو اللہ اس کی خطائیں خواہ سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہوں ، بخش دیتا ہے ، جب وہ کہتا ہے : رب ہب لی الآیۃ (اے میرے پروردگار مجھ کو حکمت عطا فرما اور مراتب قرب میں مجھ کو نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما) اللہ اس کو حکمت عطا کرتا ہے اور امت کے صلحا میں شامل کرتا ہے ، اور جب وہ کہتا ہے : واجعل لی الآیۃ (اور میرا ذکر آیندہ آنے والوں میں جاری رکھ) تو اللہ تعالی ایک سفید ورق لکھتا ہے کہ فلاں بن فلاں صادقین میں ہے ، اور جب وہ کہتا ہے : واجعلنی الآیۃ (مجھ کو جنت النعیم کے وارثین میں کر) اللہ تعالی اس کو جنت میں منزلیں عطا کرتا ہے اور

---

[1] آیت ۸۴ ۔

[2] آیت ۸۵ ۔

[3] قرآن کی آیت یہ ہے : واغفر لابی انہ کان من الضالین ، یہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا تھی اور اس میں انھوں نے اپنے باپ کے لیے دعا مانگی ہے ، بعد میں اس سے اعتذار کیا ہے ۔

Marfat.com

جب وہ کہتا ہے کہ فاغفرلابوی (میرے والدین کو بخش دے) تو اللہ تعالیٰ اس کے والدین کو بخش دیتا ہے)

(۳۲) محمد بن ابان بلخی (ص ۲۴۴ - ۲۴۶)

ان کی کنیت ابو بکر ہے، وہ وکیع[1] کے مستملی[2] تھے، لقب حمدویہ ہے، وہ شریک[3] احمد بن حنبل اور اسحاق[4] راہویہ کے معاصر تھے، محمد بن ابان محرم ۲۴۴ھ میں فوت ہوئے، اور میدان بلخ میں دفن ہوئے، خود کہتے تھے کہ عبدالعزیز ابان سے ۵۰ ہزار حدیثیں لکھی ہیں، کبھی کبھی فرماتے تھے کہ ان انگلیوں سے اسی ہزار احادیث لکھی ہیں۔

(۳۳) محمد بن مالک بن بکر بن بکار بن قیس بن الحورب بن الحارث بن الہاشم العربی بلخی (ص ۲۴۶ - ۲۴۸)

بے مثل فقیہ تھے، ۲۴۴ھ میں وفات پائی اور دروازۂ نوبہار بلخ کے قبرستان میں دفن ہوئے،

---

[1] ابوسفیان وکیع بن جراح بن ملیح رواسی امام و محدث و زاہد، مؤلف تفسیر قرآن والسنن والتاریخ، ولادت کوفہ ۱۲۹، وفات ۱۹۷ھ والاعلام وہ شاشی بھی کہلاتے تھے، اسی طرح حمید بن عبدالرحمن شاشی اور رواسی دونوں نسبت سے معروف ہیں، فضائل ۲۴۴ متن و حاشیہ)

[2] جو استاد کی تقریر لکھنے پر مامور ہو۔

[3] عبدالحی حبیبی نے قیاس کیا ہے کہ ابوعبداللہ شریک بن عبداللہ بن حارث نخعی محدث ۹۵ - ۱۷۷ مراد ہو سکتے ہیں، رک: فضائل بلخ حاشیہ ۵ ص ۲۴۴، مگر محمد بن ابان جن کی وفات ۶۰ سال بعد ہوئی، ان کا معاصر ہونا مشکل ہے۔ احمد حنبل ان کے معاصر قرار دیئے گئے ہیں حالاں کہ شریک کی وفات کے وقت احمد کی عمر تین سال کی تھی، احمد حنبل کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔

[4] اسحاق بن ابراہیم بن مخلد مروزی معروف بہ ابن راہویہ، ان کو استاد احمد بن حنبل و بخاری وغیرہ بتاتے ہیں۔ (۱۶۱ - ۲۳۸ھ) رک: تہذیب ابن عاکر ۲/ ۴۰۹، حلیہ ۹/ ۲۳۴، تاریخ بغداد ۶/ ۳۴۵۔

Marfat.com

وفات کے وقت ۶۲ سال کی عمر تھی، ان کے جنازہ کی نماز داؤد بن عباس[1] امیر بلخ نے پڑھائی اور جنازہ کے ساتھ ان کی قبر تک گئے، ان کے والد مالک بن بکر، ابو حنیفہ، سفیان ثوری اور شریک[2] کے معاصر تھے۔

(۳۴) احمد بن یعقوب بن مروان قاری بلخی (ص ۲۴۹-۲۵۰)

ان کی کنیت ابو صالح ہے، بڑے ذو فنون تھے، عراق عجم و عراق عرب میں بے نظیر سمجھے جاتے تھے، ۲۴۲ھ میں ۴۷ سال کی عمر میں وفات پائی، ان کو رات کے وقت دروازہ نوبہار کے قبرستان میں والد کے پہلو میں دفن کیا، براء بن عازب[3] سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

" قال ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی الصف المقدم

یعنی اللہ اور اس کے فرشتے صف اول والوں پر سلام اور درود بھیجتے ہیں۔

(۳۵) محمد بن عبد اللہ بن عیسیٰ بن ابراہیم (ص ۲۵۱-۲۵۲)

وہ محمد بن فروخ کے نام سے مشہور ہیں، ان کی کنیت ابو جعفر المسبحی[4] ہے، زہد میں اتنا غلو تھا کہ

---

[1] داؤد بن عباس ۲۳۳ سے ۲۵۸ تک والی بلخ تھا، اس نے ابراہیم بن یوسف (شیخ نمبر ۲۸) کی بھی نماز جنازہ پڑھائی تھی۔

[2] اسی بنا پر محمد بن ابان کا شریک کا معاصر ہونا مشکوک ہے (لرک شیخ نمبر ۳۲۵)

[3] براء بن عازب بن حارث بن عدی خزرجی انصاری بڑے جلیل القدر صحابی ہیں، مختلف جنگوں میں حضرت علی کے ساتھ تھے، بخاری اور مسلم میں ۳۰۵ احادیث ان سے مروی ہیں، کوفہ میں ۷۱ھ میں وفات پائی، (اسد الغابہ ۱/۱۷۱)۔

[4] بمعنی گلیم پوش۔

Marfat.com

ہمیشہ گلیم پوش رہے، ابو عاصم نبیل[1] اور فضیل عیاض[2] کی صحبت[3] حاصل رہی اور ان سے روایت بھی کی، ۲۷۵ھ میں وفات پائی، انھوں نے عبد اللہ بن مسعود[4] سے روایت کی ہے:

" عن النبی علیہ السلام قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا مرۃ ولا مرتین: اکبر الکبایر حب الدنیا "

یعنی دنیا کی دوستی بڑا سخت گناہ ہے، اسی اسناد کے ساتھ مزید روایت ہے:

" قولہ علیہ السلام: اکرموا المومنین علی قدر تقواہم "

یعنی مومنین کے ساتھ ان کے تقویٰ کے اعتبار سے اکرام کرو۔

(۳۶) محمد بن الفضیل عابد (۲۵۲ - ۲۵۷)

ان کی کنیت ابو سلیمان ہے، ۱۷۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۶۱ھ میں وفات پائی، ان کے بیٹے ابو مقاتل نے نماز جنازہ پڑھائی، وہ دروازۂ نوبہار بلخ کے قبرستان میں مدفون ہوئے، مہلب راشدان کے دادا تھے، ان کے والد کی کنیت ابو محمد الفضیل بن سہل ہے، سہل کی ماں آمنہ بنت عبد اللہ بن حمران اخی المتوکل بن حمران اور عائکہ بن سہل ابو مطیع[5] کے نکاح میں تھیں، شیخ عصام[6] بن یوسف

---

[1] ابو عاصم ضحاک بن مخلد شیبانی مشہور بہ نبیل بصری، بڑے پایہ کے محدث ہوئے ہیں۔ ۱۲۲ - ۲۱۳ھ (خلاصہ ۱۵۰)

[2] فضیل بن عیاض بن مسعود تمیمی شیخ حرم مکہ و استاد امام شافعی ۱۰۵ھ میں سمرقند میں پیدا ہوئے اور ۱۸۷ھ میں مکہ میں وفات پائی (طبقات سلمی ۶/ ۱۴، حلیہ ۸/ ۸۴)

[3] یہ بات بہت مشکل ہی سے تسلیم کی جا سکتی ہے کہ وہ شیخ جو ۲۷۵ھ میں وفات پائے وہ ان محدثین کے جو ۲۱۲ یا ۱۸۷ھ میں فوت ہوئے صحبت یافتہ ہیں۔

[4] یہ ضعیف حدیث مسند فردوس دیلمی میں ابن مسعود سے منقول ہے (الجامع الصغیر ۱/ ۵۳)

[5] رک: شیخ عدد ۷۔

[6] رک: شیخ عدد ۱۲۔

[7] رک: شیخ عدد ۲۳۔

Marfat.com

کی صحبت پائی تھی، وہ ہانی بن عثمان[1] اور وہ اپنی والدہ حمیصہ بنت یاسر اور وہ، ان کی دادی یعنی اپنی ماں یسیرہ[2] سے روایت کرتی ہیں :

" و کانت احدی المہاجرات قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

یا نساء المومنین علیکن بالتسبیح والتہلیل والتقدیس واعقدن بالانامل فانہن مسئولات مستنطقات ولا تغفلن فتنسین الرحمۃ[3]

(یعنی یسیرہ ایک مہاجرہ ہیں وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ انھوں نے فرمایا کہ اے مسلمان خواتین تم پر لازم ہے کہ کلمۂ سبحان اللہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر برابر پڑھو اور انگلیوں پر شمار کرو اس لیے کہ ان انگلیوں سے سوال کیا جائے گا، غافل نہ ہو تاکہ رحمت سے محروم نہ ہو جاؤ۔

(۳۷) نصیر بن یحییٰ[4] بلخی (ص ۲۵۷- ۲۵۸)

ان کی کنیت ابوبکر ہے، ۲۶۸ھ میں وفات پائی، مرقد نوبہار میں ہے، محمد بن سلمہ[5] نے ان کے علم و فضل کی بڑی تعریف کی ہے، ان کی روایت کی ہوئی یہ دو حدیثیں فضائل بلخ (ص ۲۵۸) میں منقول ہیں :

" عن[6] ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

---

[1] ہانی بن عثمان جہنی کوفی اپنی ماں حمیصہ سے روایت کرتے ہیں، ان کی مروی احادیث صحیح ترمذی اور ابوداؤد میں منقول ہیں (خلاصہ)۔

[2] یسیرہ بنت یاسر ام حمیصہ صحابیہ ہیں (اسد الغابہ ۵/ ۵۶۴)

[3] یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم و ترمذی میں یسیرہ سے مروی ہے (الجامع الصغیر ۱/ ۶۶، اسد الغابہ ۵/ ۵۶۴)

[4] نصیر بن یحییٰ نے علم فقہ ابوسلیمان جوزجانی سے حاصل کیا (الجواہر ۲/ ۲۰۰، الفوائد ۲۲۱)

[5] ابوعبداللہ محمد بن سلمہ فقیہ بلخی شداد حکیم اور ابوسلیمان جوزجانی کے شاگردوں میں تھے (۱۹۲- ۲۷۸) رک تاریخ عدد ۳۹۔

[6] رک: الجامع الصغیر ۲/ ۵۳۔

Marfat.com

الضیافۃ ثلثۃ ایام، فما زاد علی ذالک فھو صدقۃ"

یعنی مہمانی تین روز کی ہے، اس سے زیادہ کی، صدقہ ہے۔

" مسند عن[1] ابی ہریرۃ قال کان احب الثمار لرسول اللہ علیہ السلام، البطیخ والرطب واحب المرقۃ القرع"

یعنی ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے زیادہ مرغوب میوے خربوزہ اور کھجور تھے، اور سب سے مرغوب غذا کدو کا شوربا تھا۔

(۳۸) ابوبکر شاذان بلخی (ص ۲۵۹)

ان کی مروی یہ حدیث فضائل بلخ میں مندرج ہے:

"مسند عن عایشہ، عن رسول علیہ السلام انہ قال: من[2] انتعل لیتعلم غفر من قبل ان یخطو"

(یعنی جو شخص جوتے پہنے اور ارادہ کرے کہ علم سیکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتے ہیں۔

(۳۹) محمد بن سلمہ (ص ۲۵۹ - ۲۶۱)

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے، ۸۰ سال کی عمر میں ۲۸۰ یا ۲۷۹ھ میں وفات ہوئی، انھوں نے واثلہ[3] بن الخطاب سے یہ حدیث[4] روایت کی ہے:

---

[1] رک: الجامع الصغیر ۲/ ۱۰۰۔

[2] یہ ضعیف حدیث جامع صغیر ۲/۱۶۷ میں اس طرح آئی ہے: من انتقل لیتعلم علماً غفرلہ قبل ان یخطو۔

[3] واثلہ بن خطاب قرشی عدوی صحابی ہیں، وہ دمشق میں سکونت رکھتے تھے (اسد الغابہ ۵/ ۷۷)

[4] یہ حدیث ضعیف ہے جس کو بیہقی نے شعب الایمان میں انہی واثلہ سے نقل کی ہے (الجامع الصغیر ۱/ ۹۶)۔

Marfat.com

"قال دخل رجل علی النبی علیہ السلام و ہو فی المسجد وحدہ، فتزحزح
فقال الرجل یا رسول اللہ ان فی المکان سعۃ قال حق المومن علی المومن
اذا راٰہ ان یتزحزح"

(یعنی ایک آدمی رسول اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اور رسول علیہ السلام مسجد میں تنہا تھے، انھوں نے جنبش کی تاکہ وہ بیٹھ جائے، اس آدمی نے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جگہ کافی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ مومن کا حق مومن پر ہے کہ جب اس کو دیکھے کھسک کر اس کو جگہ دے"

(۴۰) ابوبکر محمد بن عمر الوراق الترمذیؒ[1] (م، ۲۶۱ - ۲۷۳)

بلخ میں کوئے عیاض میں وہ رہتے تھے، حکمت اور تحقیق میں بے مثل اور دیانت و تقویٰ میں شہرۂ آفاق تھے، بلخ میں بیمار ہوئے، ترمذ[2] لے جاتے وقت سیاہ جرد[3] میں وفات پائی، لاش ترمذ لے گئے اور وہاں دفن کیا، وفات کی تاریخ ۲۹۴ھ ہے، وہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں، ان میں سے کتاب العالم والمتعلم، کتاب الاخلاص، کتاب الحروف، کتاب العنق والفکاک، کتاب الدرجات، کتاب العہد، کتاب الصفا، کتاب العجب وکتاب خدمۃ الباطن وغیرہ، ان میں کسی کتاب کا اب عموماً پتہ نشان نہیں، البتہ مؤلف فضائل بلخ کے زمانے میں یہ کافی مقبول تھے، ان کے کچھ اقوال فضائل میں درج ہیں:

---

[1] ان کے حالات کے لیے ملاحظہ کریں: طبقات الصوفیہ ۲۶۱، کشف المحجوب باب ۱۱، تذکرۂ عطار ۲/۸۳، فردوس المرشدیہ ۲۲۲ - ۲۵۳، طبقات سلمی ۲۲۱، رسالۂ قشیریہ ۲۹، حلیۃ الاولیا ۱۰/۲۳۵، شرح تعرف ۱۲، مزارات بلخ عدد ۱۴، نفحات الانس ۱۲۴ وغیرہ۔

[2] ترمذ بلخ کے مقابل دریائے آمو کے اس طرف واقع ہے اور آج کل جمہوریہ اوزبکستان میں شامل ہے۔

[3] بلخ اور آمو کے درمیان یہ مقام اب بھی باقی ہے۔

Marfat.com

ہر کہ اعضا و جوارح را بہ راندن شہوت ہا راضی گرداند درخت ندامت و حسرت در دل خود نشاند۔

جو شخص اپنے اعضا و جوارح شہوت رانی میں استعمال کرتا ہے، ندامت اور حسرت کا درخت اپنے دل میں بٹھاتا ہے۔

ہر کرا معرفت درست گردد آثار خوف بروی ظاہر گردد۔

جس کو معرفت حاصل ہوتی ہے خوف کے آثار اس پر ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

مردم گزیدہ سہ گروہ اند، یکی علما، دیگر امرا، دیگر قرار، چون علما تباہ شوند و از عمل عاطل گردند، عبادت و طاعات ہمہ تباہ شوند، چون ولاۃ و امرا تباہ شوند معاش و سعادت رعیت در حیز تفرقہ افتد و از اوطان آوارہ گردند و چوں قرار تباہ شوند و بہ اجرت قرآن خوانند اخلاق و سیرت مردمان تباہ شود۔

آدمیوں میں منتخب گروہ تین ہیں، اول علما، دوسرے امرا، تیسرے حفاظ و قرار، جب علما برباد ہو جاتے ہیں اور بے عمل ہو جاتے ہیں، تو ساری عبادتیں اور طاعتیں تباہ ہو کر رہ جاتی ہیں، جب ملک کے والی اور صاحب اختیار لوگ برباد ہو جاتے ہیں تو رعایا کی روزی اور سعادت ختم ہو جاتی ہے اور وہ وطن سے بے وطن ہو جاتے ہیں، جب حفاظ و قاری حضرات اجرت پر قرآن پڑھنے لگتے ہیں، تو لوگوں کی سیرت اور اخلاق برباد ہو جاتے ہیں۔

از صحبت آن کسی بگریز و دور باش کہ ترا مدح گوید و ستایش کند بہ چیزی تو بہ آن آراستہ نباشی، و روزی کہ بر تو خشم گیرد نکوہش و مذمت کند بہ عیبی و شینی تو از آن غافل باشی۔

ایسے شخص کی صحبت قابل ترک ہے جو تیری مدح و ستائش ایسی خوبیوں کے ساتھ کرے جو تجھ میں نہ ہوں، اور جس روز تجھ سے ناراض ہو تو تیری اس طرح مذمت کرے کہ وہ عیوب تجھ میں نہ پائے جائیں۔

ابوبکر وراق عبداللہ بن عمر کی روایت سے لکھتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

" قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : " لاینبغی لاحدٍ ان یبیت لیلۃً الّا

Marfat.com

و وَصِیَّۃٌ مَکْتُوبَۃٌ تَحْتَ رَأسِہٖ"

(یعنی حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مومن کو کسی رات اس طرح نہ سونا چاہیئے کہ اس کا وصیت نامہ نہ لکھا ہوا ہو اور وہ اس کے سر کے نیچے نہ رکھا ہو۔

(۴۱) ابو نصر محمد بن محمد بن سلام فقیہ بلخی (ص ۲۰۳ - ۲۶۸)

۳۰۵ھ میں فوت ہوئے، بڑے رعب داب کے بزرگ تھے، ان کے شاگردوں کی مجال نہ تھی کہ کوئی بات بغیر اجازت منہ سے نکالتے، اگر کوئی شاگرد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہنا بھول جاتا تو اس پر ایسی کڑی نگاہ ڈالتے کہ وہ بیہوش ہو جاتا۔ ابو بکر بکندی کی روایت سے لکھا گیا ہے کہ محمد بن سلام کی محفل میں اَجِنَّہ کی حاضری کثرت سے ہوتی تھی۔

شیخ صفی الدین کہتے ہیں کہ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ زیارت تربت محمد سلام حاجت برآئی میں بہت مؤثر ہے۔

ابو اُمامہ[1] رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

"عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: رکعتان من عالم افضل من سبعین رکعۃ من عابد"

(یعنی عالم کی دو رکعت نماز عابد کی ستر رکعت سے افضل ہے۔

بروایت ابو حازم[2] فقہائے بلاد میں ابو جعفر[3] طحاوی احادیث میں راجح تر ہیں لیکن ابو نصر سلام فقہ میں سب سے بڑھ کر ہیں۔

---

[1] ابو امامہ صدی بن عجلان، ابن وہب باہلی صحابی اور صحیحین کی ۲۵۰ حدیث کے راوی ہیں، شام میں ۸۱ھ میں وفات پائی (الاعلام ۳/ ۲۹۱)

[2] ابو حازم عبد الحمید بن عبد العزیز قاضی شام و کوفہ و بغداد متوفی ۲۹۲، مؤلف کتاب المحاضرات والسجلات و ادب القاضی و کتاب الفرایض، حنفی مذہب کے بڑے عالم تھے (الجواہر ۱/ ۲۹۶، تاریخ بغداد ۱۱/ ۶۲)

[3] ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ ازدی طحاوی (منسوب بہ طحا صعید مصر) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

Marfat.com

(۴۲) محمد بن عقیل الازہر بلخی (ص ۲۷۹ ـ ۲۸۰)

ان کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، ان کی ماں کا نام طلحہ تھا، محمد بن عقیل نے بنو ہاشم سے متعلق احادیث جمع کی ہیں، شوال ۳۱۶ھ[1] میں فوت ہوئے، کتاب الصحیح، کتاب الدقایق و شمایل الصالحین ان کی تصانیف ہیں، ان کے بھائی احمد بن عقیل ایک ثقہ امام ہیں، ۳۱۶ھ میں وفات پائی، بھائی کی طرح وہ بھی راوی حدیث ہیں، محمد بن عقیل نے علی بن[2] حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے:

"ان النبی علیہ السلام لم یضرب امرأۃ قط لا ضرب شیاً قط الا ان یجاہد فی سبیل اللہ"

(یعنی حضور علیہ السلام نے کسی عورت کو نہیں مارا، اور نہ کسی خادم کو مارا، سوائے اس کے کہ خدا کی راہ میں کفار سے جہاد کیا۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

حنفی مذہب کے بڑے زبردست عالم (۲۳۹ ـ ۳۲۱) امام مزنی کے بھانجے ہیں، امام صاحب سے فقہ شافعی پڑھا مگر حنفی مذہب اختیار کیا، ۲۶۸ھ میں شام میں ابو حازم سے ملے، قاہرہ میں انتقال کیا، حنفی مذہب کی کافی کتابوں کے مؤلف ہیں منجملہ ان کے شرح معانی الآثار، بیان السنہ و مشکل الآثار و احکام القرآن و تاریخ کبیر و مناقب ابی حنیفہ ہیں (الجواہر ۱/۱۰۲، لسان المیزان ۱/۲۷۴، ابن خلکان ۱/۱۹)

[1] تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۲ میں یہی تاریخ درج ہے، لیکن ورسیجی نے مزارات بلخ میں ۳۱۰ھ درج کی ہے، اگر ۳۱۶ھ صحیح ہے تو دونوں بھائیوں کی وفات ایک ہی سال میں ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ میں ان کی تین تالیفات المسند والتاریخ والابواب ملتی ہیں۔

[2] ان سے مراد امام زین العابدین علی الاصغر (م ۹۸ھ) ہیں، جو راوی حدیث بھی ہیں، ان کے بڑے بھائی علی الاکبر کربلا میں ۶۱ھ میں شہید ہو گئے تھے۔

Marfat.com

(۴۳) محمد بن فضل بلخی[۱] (ص ۲۸۰ — ۲۸۸)

ان کی کنیت ابوعبد اللہ[۲] ہے، وہ بلخی الاصل ہیں، وہاں سے نکل کر[۳] سمرقند گئے، وہیں ۳۱۹ھ میں انتقال کیا، وہ احمد بن خضرویہ[۴] کے دوستوں میں تھے، اور شیخ ابوعثمان[۵] حیری ان کو بہت محترم رکھتے تھے، ان کے اقوال بہت سودمند اور قابل عمل ہیں، چند ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

اسلام میں فساد چار چیزوں سے ہوا:

۱۔ جو کچھ جانتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔

۲۔ جو نہیں جانتے ان پر عمل کرتے ہیں۔

۳۔ جو نہیں جانتے ان کو نہیں سیکھتے۔

۴۔ لوگوں کو سیکھنے سے مانع ہوتے ہیں۔

---

۱ ان کے حالات کے لیے حسب ذیل مآخذ قابل توجہ ہیں: طبقات الصوفیہ ۲۵۲، کشف المحجوب باب ۱۱، طبقات سلمی ۲۱۲، حلیۃ الاولیا ۱۰/ ۲۲۳، رسالہ قشیریہ ۲۷، معجم البلدان ۱/ ۷۱۳، ۲/ ۲۱، وغیرہ، شذرات الذہب ۲/ ۲۸۲، طبقات شیرانی ۱/ ۱۰۶، تذکرۃ الاولیا عطار ۲/ ۷۲، نفحات ۱۱۸، صفۃ الصفوہ ۴/ ۱۳۸ وغیرہ۔

۲ حلیۃ الاولیا ۲/ ۲۳۳ میں ان کا نام ابوعبداللہ محمد بن فضل بن عباس بلخی ساکن سمرقند، قتیبہ بن سعید بغلانی سے حدیث روایت کی ہے۔

۳ حلیہ میں ہے کہ ان کو بے گناہ ان کے مذہب کی وجہ سے شہر سے خارج کر دیا گیا تھا، وہ سمرقند میں جاکر قاضی ہو گئے تھے، ان کو محمد بن فضل رواس بلخی سے جو سلطان محمود غزنوی کے معاصر تھے اور فضائل بلخ میں عدد ۵۴ پر مذکور ہیں، التباس نہ کرنا چاہیے۔

۴ رک: فضائل عدد ۲۹۔

۵ ابوعثمان سعید بن سعد حیری نیشاپوری مشہور عارف وصوفی ہیں جو نیشاپور میں ۲۰ ربیع الآخر ۲۹۸ھ میں فوت ہوئے (سمعانی ۱۸۲)

Marfat.com

بدبختی ان تین چیزوں میں ہے :

اوّل : اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہو اور وہ عمل سے محروم ہو ۔

دوم : کسی کو عمل سے نوازا ہو اور وہ اخلاص سے محروم ہو ۔

سوم : صالح اور نیکوں کی صحبت میں ہو مگر ان کو عزیز اور محترم نہیں رکھتا ۔

محمد بن فضل فرماتے ہیں کہ خدا کا زیادہ پہچاننے والا (عارف تر) اس کے اوامر اور نواہی کا زیادہ بجالانے والا (مجاہد تر) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر بہت زیادہ عمل کرنے والا ہوتا ہے ۔

فرماتے ہیں کہ جو اپنے نفس پر قادر ہوتا ہے، وہ محترم ہو جاتا ہے اور جو اپنے نفس اور خواہشات کا بندہ ہوتا ہے وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے ۔

وہ مزید فرماتے ہیں: علم تین طرح کا ہے : باللہ و من اللہ و مع اللہ ،

علم باللہ سے مراد خدائے ذی الجلال کی صفات کی معرفت ہے ۔

علم من اللہ سے مراد ظاہر و باطن کی یکسانی اور حرام و حلال کی تشخیص اور دوسرے احکام دین کی حفاظت ہے ۔

علم مع اللہ سے مراد علم خوف و رجا و محبت و شوق ۔

محمد[1] بن اسماعیل بخاری صاحب صحیح کی بچپن ہی میں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی ، ان کی ماں مستجاب الدعوات تھیں، شب و روز بارگاہِ خداوندی میں ان کی آنکھوں کی روشنی کے لیے دعا کرتیں ، ایک رات حضرت ابراہیم خلیل ؑ کو خواب میں دیکھا ، انھوں نے لڑکے کی بینائی کا مژدہ سنایا، جب صبح ہوئی تو ماں نے دیکھا کہ بیٹے کی آنکھیں روشن تھیں[2] ۔

---

[1] ان کا مزار ۱۹۵۷ء میں روسی مسلمانوں کی طرف سے تعمیر ہوا ہے، اس پر قطعہ ہے اس میں "صدق" سے تاریخ ولادت اور "نور" سے تاریخ وفات نکلتی ہے، ۱۹۶۹ء میں مزار پر حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے ۔

[2] یہ واقعہ ابوالعباس مستغفری نے کتاب الدلایل البینات میں لکھا ہے، ابوالعباس جعفر بن محمد بن معتز بن محمد بن مستغفر نسفی (۳۵۰ ـ ۴۳۲) محدث و مؤرخ متعدد کتب کے مؤلف ہیں، کشف الظنون میں ان کی ایک کتاب دلایل النبوت ۱۷ باب میں مذکور ہے ، شاید یہی کتاب ہو جس کا ذکر متن میں ہوا ہے ۔

Marfat.com

محمد بن فضل، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں :

" ان النبی علیہ السلام قال من احب ان یزحزح عن النار و یدخل الجنۃ فلیأت الی الناس ما یحب ان یوتی الیہ۔

(یعنی اگر کوئی شخص آتش جہنم سے دوری (براٴت) چاہتا ہے اور جنت میں داخل ہونے کا خواہش مند ہے تو وہ لوگوں سے ایسا برتاؤ کرے جیسا اپنے ساتھ دوسرے شخص کے برتاؤ کا خواہاں ہے۔

(۴۴) ابوالقاسم صفار[1] بلخی (ص ۲۸۸ - ۲۹۱)

ان کا نام حم[2] بن عصمت فقیہ ہے، بلخ کے مفاخر میں شمار ہوتے تھے، شوال ۳۲۶ھ میں وفات پائی، ان کا مرقد بلخ میں پہاڑی (برسرتل) پر ہے، ان کے قریب شیخ الاسلام عثمان الساولی مدفون ہیں، احادیث پر بڑا عبور تھا، خاص طور پر استخراج احکام میں، چناں چہ ہزار مسئلے میں امام ابوحنیفہ سے اختلاف کیا ہے، اور یہ ان کے وسعت علم پر دلالت کرتا ہے۔

ان کی مروی احادیث میں ایک یہ ہے :

" قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : صوموا عاشوراء ثلثۃ ایام، خالفوا الیہود صوموا یومًا قبلہ و یومًا بعدہٗ "

(یعنی عاشورا کو تین روزے رکھو اور یہود کی مخالفت کرو، ایک روز عاشورا سے پہلے اور ایک روز اس کے بعد۔

---

[1] صفار علما کا خاندان تھا (الجواہر ۲/ ۲۶۳)

[2] الجواہر المضیہ (۱/ ۷۸) میں ان کا نام احمد بن عصمۃ صفار بلخی اور لقب حم درج ہے، سمعانی نے ان کا نام احمد بن حم لکھا ہے، اور وفات کی تاریخ دوشنبہ ۲۰ شوال درج کی ہے، فواید بہیہ ۲۶ میں سال وفات ۳۳۶ غلط ہے، مزارات بلخ خطی ۴۶، میں ان کا نام احمد بن حاتم بن عصمت اور تاریخ وفات ۳۲۶ھ درج ہے۔

Marfat.com

(۴۵) ابوبکر بن سعید[۱] العالم الفقیہ بلخی (ص ۲۹۱ - ۲۹۴)

ان کا نام محمد ہے لیکن وہ اپنی کنیت سے مشہور ہیں، ۳۲۸ھ[۲] میں ۵۳ سال کی عمر میں وفات پائی، وہ فقیہ ابوجعفر ہندوانی[۳] کے استاد تھے، ان کا مزار دروازہ نوبختی[۴] میں ابونصر سلام[۵] کے جوار میں ہے، ان کی دینی جسارت کا حال ان کے اور حسن بن ابی طیب عامل خلیفہ کے مکالمے سے[۶] بخوبی معلوم ہوتا ہے۔

(۴۶) عبداللہ بن محمد بن علی بن ترخان[۷] (ص ۲۹۵)

ان کی کنیت ابوبکر ہے، چار سال عراق میں رہے، آخر صفر ۳۳۲ھ میں[۸] انتقال فرمایا، حضرت ابوہریرہ کی روایت سے یہ حدیث روایت کی ہے :

۱؎ فواید بہیہ ۱۶۱ میں ان کو ابوبکر اعمش کہا گیا ہے اور سال وفات ۳۴۰، نیز رک : الجواہر المضیہ ۵۶/۲ ۔

۲؎ مزارات بلخ خطی ۵، میں تاریخ وفات ۳۲۸ مگر عمر ۵۵ سال لکھی ہے ۔

۳؎ رک : عدد ۴۹ ۔

۴؎ ورسجی نے دروازہ نوبختی دروازہ عکاشہ لکھا ہے، مزار عکاشہ اب تک موجود ہے اور اس کے شمال شرق میں تقریبًا ایک کلومیٹر دوری پر واقع ہے، راقم حروف کو اکتوبر ۱۹۷۷ء میں مزار عکاشہ پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہے ۔

۵؎ رک شیخ مذکور ذیل عدد ۱۰۱ ۔

۶؎ فضائل ص ۲۹۳ - ۲۹۴ ۔

۷؎ ابوبکر عبداللہ بن علی بن طرخان بن جیاشش بلخی عالم حدیث و مشائخ بخارا میں سے تھے (اللباب ۸۵/۲)

۸؎ مزارات بلخ میں ان کی قبر بخارا میں بتائی گئی ہے (خطی ۶ب)

Marfat.com

"عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال : الدنیا[1] سجن المومن وجنۃ الکافر"

ابو اسحاق مستملی نے ان سے بہت زیادہ احادیث روایت کی ہیں۔

(۴۷) ابوبکر محمد[2] بن احمد الاسکاف[3] (ص ۲۹۶)

انھوں نے ۳۳۳ھ میں وفات پائی، دروازہ نوبہار پر ان کا مقبرہ مشہور تھا، انھوں نے زیادہ عمری میں تعلیم شروع کی، استاد کا نام عبداللہ[4] فلاس ملتا ہے۔

(۴۸) علی احمد موسیٰ مروان پارسی (ص ۲۹۷ - ۲۹۹)

ان کی کنیت ابوالحسن ہے، ذی الحجہ ۳۳۵ھ میں بلخ میں وفات پائی، ابوسعید[5] خدری کی روایت سے یہ حدیث روایت کی ہے:

"عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال : سیأتی علی امتی زمان تصیر الھتھم بطونھم و احبابھم لباسھم و اربابھم دراھمھم و محادیھم نسارھم

---

[1] یعنی دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے، یہ حدیث صحیح، مسند احمد، صحیح مسلم، ترمذی، ابن ماجہ میں ابوہریرہ سے اور الکبیر طبرانی و مستدرک الحاکم میں سلمان اور ابن عمر سے روایت ہوئی ہے (الجامع الصغیر ۲/۱۷)۔

[2] الجواہر ۲/۲۳۹ میں سال وفات ۳۳۶ درج ہے۔

[3] اسکاف یعنی کفش گر۔

[4] الفوائد البھیہ ۱۶۰ میں استاد کا نام محمد بن سلمہ درج ہے، اور ان کو ابوبکر اعمش محمد بن سعید (عدد ۴۵) اور ابوجعفر ہندوانی کا استاد لکھا ہے۔

[5] ابوسعید سعد بن مالک بن سنان خدری انصاری مشہور و معروف صحابی ہیں ہجرت سے ۱۰ سال قبل پیدا ہوئے اور ۷۴ھ میں مدینہ میں وفات پائی، بخاری اور مسلم میں ۱۱۷۰ احادیث ان سے مروی ہیں (الاعلام ۳/۱۳۸)

Marfat.com

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا : میری امت پر ایک زمانہ آئے گا کہ ان کے پیٹ، ان کے معبود، ان کے لباس، ان کے احباب، ان کے سردار، ان کے درہم و دینار اور ان کے فخر ان کی عورتیں ہو جائیں گی ۔

(۴۹) ابو جعفر[1] ہندوانی[2] (ص ۲۹۹ - ۳۱۰)

ان کا نام محمد بن عبداللہ بن محمد بن عمر بلخی تھا، ان کو بخارا میں زہر دیا گیا، وہیں ۳۶۲ھ میں وفات پائی، لاش بلخ لائی گئی اور ذی الحجہ میں دفن ہوئے، وفات کے وقت ۶۲ سالہ تھے، ان کا مزار دروازۂ ہندوان[3] میں مشہور ہے، اہالی بلخ شنبہ صبح ان کے مزار کی زیارت کو جاتے ہیں، علمی فضیلت اور حافظے کا یہ عالم تھا کہ خود فرماتے تھے کہ اگر ابوحنیفہ کی تمام تصانیف مع امالی[4] ابو یوسف اور نوادر[5] و زیادات کے نذر آتش ہو جائیں تو میں ان سب کو اس طرح املا کروں کہ ایک حرف مقدم و مؤخر نہ ہو ۔

ان کی روایت کی ہوئی ایک حدیث یہ ہے :

---

[1] ابو جعفر مذہب حنفی کے مشہور فقیہ تھے جن کو بو حنیفہ صغیر کہتے تھے (اللباب ۲/۲۹۵)؛ نیز رک : الجواہر ۲/۶۸، الفوائد ۱۷۹، اسماء المؤلفین ۴۷ ۔

[2] ہندوانی منسوب ہے بہ دروازۂ ہندوان بلخ، اس حصے میں ہندوستان سے لائے ہوئے غلام و کنیز بستے تھے رک . فضائل بلخ حاشیہ ۳ ص ۲۹۹ ۔

[3] مزارات بلخ میں بیرون دروازہ ہندوان بالائے قلعہ چہ، خواجہ پلاس پوش، دروازۂ ہندوان مشرق بلخ میں تھا ۔

[4] امالی ابی یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری حنفی متوفا ۱۸۳ فقہ میں ہے جس کی ۳۰۰ مجلدات بیان ہوئی ہیں (کشف الظنون ۱/۱۶۴) ۔

[5] فقہ حنفی پر یہ دو مشہور تصانیف امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ کی ہیں جن کی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں (کشف الظنون ۲/۹۶۲) ۔

Marfat.com

"عن عبد اللہ[۱] بن مسعود رضی اللہ عنہ قال : منھومان لا یشبعان: طالب العلم و طالب الدنیا ، لا یستویان ، اما طالب العلم فیزداد رضاء الرحمن و طالب الدنیا یزداد فی الطغیان ، ثم قرأ : کلا[۲] ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ ."

یعنی اہل طمع جو سیر نہیں ہوتے وہ دانشجو اور دنیا طلب کی طرح ہیں ، لیکن ایک دوسرے کے مشابہ و مساوی نہیں اس لیے کہ جویندۂ علم خدا کی خوشنودی کی زیادتی کا موجب اور دنیا طلب سرکشی میں زیادتی کا سبب ہوتا ہے ، پھر قرآن کی یہ آیت پڑھی ، بخدا آدمی جب توانگر ہو جاتا ہے تو نافرمان بن جاتا ہے ۔

(۵۰) ابو القاسم ابی بکر بن ابی سعید (ص ۳۱۰ - ۳۱۱)

ان کا نام عبید اللہ تھا ، ۳۰۰ھ میں ۵۶ سال کی عمر میں انتقال فرمایا ، ان کی یہ حدیث عبداللہ بن مسعود بن مسند سے مروی ہے :

"عن رسول[۳] اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : انہ سئل : ای الصیام افضل بعد الفریضۃ قال شہر اللہ المحرم ."

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ رمضان کے فرض روزہ کے بعد کون سا روزہ افضل ہے ، فرمایا روزۂ محرم ۔

---

۱ حضرت عبداللہ بن مسعود بن غافل ہذلی جلیل القدر صحابی اور خادم رسول تھے ، صحیحین میں ان سے ۸۴۸ احادیث مروی ہیں ، متوفا ۳۲ھ ۔

۲ قرآن ۔ العلق ۔

۳ صحاح ستہ کی اکثر کتابوں میں یہ حدیث ابوہریرہ کی روایت سے اس طرح منقول ہے : افضل الصیام بعد رمضان شہر اللہ المحرم (تیسیر الوصول ۳/۳۱۴)

Marfat.com

(۵۱) ابواللیث نصر بن محمد[1] بن ابراہیم بن الخطاب السمرقندی (ص ۳۱۱-۳۱۴)

بقول شیخ الاسلام یونس[2] بن طاہر نصیری فقیہ ابواللیث بلخ میں ۳۷۶ھ میں فوت ہوئے، اور فقیہ ابوجعفر[3] کے نزدیک دفن ہوئے، انھوں نے متعدد کتابیں اور شرحیں لکھی ہیں، از آں جملہ مبسوط، جامعین، زیادات[4]، مختلف[5] الروایہ، کتب[6] تفسیر، تنبیہہ الغافلین[7]، بستان العارفین[8]، سفارات فقہ و کتاب رؤس[9] مسائل وغیرہ۔ کہتے ہیں کہ سمرقند سے تحصیل علم کے لیے مرو جارہے تھے، جیحون پر پہنچے تو رسول علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، حضورؐ نے بلخ میں ابوجعفر[10] ہندوانی سے استفادہ کرنے کی ہدایت کی، چناں چہ مرو جانے کے بجائے ابوجعفر کی خدمت میں بلخ چلے آئے اور یہاں تعلیم حاصل کی، انھوں نے عبداللہ بن مسعود کی روایت کردہ

---

[1] الجواہر ۲/۱۹۶، الفواید ۲۲۰ میں ان کا نام نصر بن احمد بن ابراہیم سمرقندی ہے۔ ان کے حالات کے لیے دیکھیے فضائل بلخ شیخ عدد ۵۳، ص ۳۱۹ بعد۔

[2] اختلافاً ۳۷۵، ۳۸۳، ۳۹۳ آئے ہیں، لیکن ۳۷۳ قابل ترجیح ہے، دیکھیے فضائل ۳۱۱ حاشیہ ۹۔

[3] رک: عدد ۴۹۔

[4] مبسوط، جامعین اور زیادات امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۷ھ کی تصنیف ہیں، ابواللیث نے ان پر شرحیں لکھیں۔

[5] خلافیات امام ابوحنیفہ و مالک و شافعی پر یہ کتاب لکھی گئی، اس کے نسخے موجود ہیں (الفواید ۲۲۰)

[6] تفسیر کے کچھ حصوں کے خطی نسخے موجود ہیں۔

[7] تنبیہہ الغافلین کا عربی متن مع فارسی و ترکی ترجمے کے موجود ہے، عربی متن و فارسی ترجمہ چھپ چکا ہے۔

[8] یہ کتاب تصوف اور اخلاق پر ہے اور طبع ہو چکی ہے۔

[9] ان دونوں کتابوں کی نوعیت معلوم نہیں ہو سکی۔

[10] فضائل بلخ شیخ عدد ۴۹۔

Marfat.com

یہ حدیث روایت[1] کی ہے :

" عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہ قال : من اراد العلم فلیثور القرآن فان فیہ علم الاولین والآخرین ۔

یعنی جو شخص زیور علم سے آراستہ ہونا چاہتا ہے اس کو چاہیئے کہ قرآن میں غور و فکر کرے اس لیے کہ قرآن علم اولین و آخرین دونوں کو شامل ہے ۔

ایک دوسری[2] حدیث یہ ہے :

" عن عبداللہ[3] بن عباس رضی اللہ عنہما انہ قال : من قال فی القرآن بغیر علم فالیتبوأ مقعدہ من النار "

یعنی جو شخص قرآن کے بارے میں بغیر علم و دلیل کے گفتگو کرتا ہے وہ اپنا ٹھکانا آتش جہنم میں تیار کرتا ہے ۔

(۵۲) ابو اسحاق مستملی (ص ۳۱۶ - ۳۱۹)

ان کا نام ابراہیم بن احمد بن ابراہیم بن احمد بن داؤد مستملی ہے، وہ ابو عبداللہ[4] بن محمد بن یوسف فریابی کے مستملی تھے، امام فریابی محمد بن اسماعیل بخاری صاحب صحیح بخاری کے مصاحب و شریک

---

[1] یہ حدیث ابن اثیر کی نہایہ میں آئی ہے (مجمع البحار ۱/۱۶۸)

[2] یہ صحیح حدیث ہے خود ترمذی میں ابن عباس کی روایت سے مندرج ہے (الجامع الصغیر ۲/۱۴۸)

[3] عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب قرشی ہاشمی حضورؐ کے چچازاد بھائی اور جلیل القدر صحابی ہیں، ہجرت سے تین سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے اور ۶۸ھ میں طائف میں وفات پائی، صحیحین میں ۱۶۶۰ احادیث ان سے روایت ہوئی ہیں (الاعلام ۴/۲۲۸)

[4] متن میں ابو عبداللہ بن محمد بظاہر درست نہیں، ابو عبداللہ محمد درست ہے، ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن واقد ضبی فریابی (۱۲۰ — ۲۱۲ھ) امام بخاری (فوت ۲۵۶) کے مشائخ میں تھے، ان سے صحیح بخاری میں ۲۶ حدیثیں روایت ہوئی ہیں، وہ بقول امام صاحب افضل زماں تھے (خلاصہ ۳۱۲، میزان ۳/۱۵۱، شذرات ۲/۲۸)؛ فریابی کی وفات ۲۱۲ھ ہے، اور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

Marfat.com

رہے ہیں ۔ علمائے بلخ کے ذکر میں ایک کتاب بعنوان کتاب الکبیر ہے جو چودہ دفتروں پر مشتمل تھی، یہ کتاب مؤلف فضائل بلخ کے مآخذ میں تھی ان کا مزار پہاڑی کے مقبرہ میں (سرتل) ہے، ان کی روایت کردہ یہ حدیث ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی طرف نظر کی اور کہا:

(گزشتہ سے پیوستہ)

مستملی کی بحوالۂ اسمار المؤلفین ۳۷۶ ہے، استاد حبیبی کا خیال ہے کہ یہ آخری تاریخ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ اس صورت میں مستملی کا فریابی کا ہم عصر ہونا مشکل ہے، ممکن ہے کہ ۲۷۶ھ صحیح ہو (حاشیہ ۱۰ ص ۳۱۷) فضائل بلخ میں شیخ عبداللہ بن محمد بن علی بن ترخان متوفی ۳۳۳ کے ذیل میں لکھا ہے (ص ۲۹۵) کہ ابواسحاق مستملی نے عبداللہ بن ترخان سے بہت سی احادیث (اخبار بسیار) روایت کی ہیں ۔ اگر یہ قول صحیح ہے تو مستملی کی وفات ۳۷۶ھ کے قریب قرین قیاس ہوسکتی ہے، لیکن اس صورت میں ان کی ہم عصری فریابی کے ساتھ غلط ہوگی، ایک بات یہ ضرور ہے کہ مؤلف فضائل کو مختلف وجوہ کی بنا پر ان کی وفات میں شک تھا، اسی لیے تاریخ وفات درج نہیں کی، لیکن ان کا ذکر ابواللیث سمرقندی کے بعد کیا ہے جن کی وفات ۳۷۶ھ میں ہوئی، بہر حال واضح ہے کہ یا تو ابواسحاق مستملی کا فریابی کا ہم عصر ہونا غلط ہے یا ترخان سے اخبار روایت کرنے کا واقعہ، استاد حبیبی نے مستملی شریک کار امام بخاری لکھا ہے (مقدمہ ص سی) " اگر ما اورا بہ تصریح واضح بلخی مستملی فریابی (۱۲۰ - ۲۱۲) و شریک کار امام بخاری (۱۹۴ - ۲۵۶) بدانیم، میری ناقص رائے میں مستملی کی حسب ذیل عبارت میں شریک کی نسبت فریابی کی طرف ہے نہ ابواسحٰق مستملی کی:

> " وی مستملی ابوعبداللہ بن محمد بن یوسف الفریابی مصاحب و شریک محمد بن اسماعیل بخاری است (ص ۳۱۷)

میرے نزدیک اس عبارت کا ترجمہ یہ ہے: وہ (ابواسحاق مستملی) ابو عبداللہ بن محمد (صحیح ابوعبداللہ محمد) بن یوسف الفریابی کے مستملی تھے جو محمد بن اسماعیل بخاری کے مصاحب و شریک کار تھے ۔ استاد حبیبی کچھ اس طرح نتیجہ نکالتے ہیں کہ ابواسحاق مستملی ابوعبداللہ کے مستملی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

Marfat.com

" انت سید فی الدین و سید فی الآخرۃ و من احبک فقد احبنی و من ابغضک فقد ابغضنی و حبیبک حبیب اللہ و بغیضک بغیض اللہ فویل لمن ابغضک بعدی "

یعنی آپ دین کے سردار ہیں اور آخرت کے بھی اور جس نے آپ کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا، اور جس نے آپ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا، آپ کا دوست اللہ کا دوست ہے، آپ کے ساتھ بغض رکھنے والا خدا کے یہاں مبغوض ہے پس وائے ہے اس شخص پر جو میرے بعد آپ سے بغض رکھے۔

انھوں نے ابو درداؓ[1] اور ابو ہریرہ کی سند پر حسب ذیل حدیث[2] روایت کی ہے:

" قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ و ملایکتہ یصلون علی النبی وعلی اصحاب العمایم یوم الجمعۃ "

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر اور ان حضرات پر جو جمعہ کو عمامہ باندھتے ہیں رحمت بھیجتے ہیں۔

(گزشتہ سے پیوستہ)

اور امام بخاری کے شریک تھے۔ راقم کو استاد جیبی کے ایک اور قیاس سے اتفاق نہیں، فضائل بلخ میں ابو اسحاق نام کے چار اور شیخ کا نام لکھا ہے، ان میں سب سے مقدم ابو اسحاق مستملی ہیں، دوسرے شیخ کا نام ابو اسحاق صایغ ہے، استاد جیبی کا قیاس ہے کہ شاید یہ وہی بزرگ ہوں جس کا نام ابراہیم بن میمون صایغ مروزی از اصحاب ابوحنیفہ ہوں جو ابومسلم کے ہاتھوں ۱۳۱ھ میں مرو میں شہید ہوئے (الجواہر ۱/۴۹)۔ استاد جیبی کے قیاس کے نادرست ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ صایغ ابو اسحاق سے مؤخر تر ہے اس لیے جن بزرگ کی وفات ۱۳۱ھ میں ہوئی وہ یقیناً ابو اسحاق مستملی سے مقدم ہیں اور یہ فضائل بلخ کے قول کے مخالف ہے۔ دوم ابراہیم بن میمون صایغ اہل مرو سے تھے، اور فضائل بلخ میں مذکور صایغ بلخی تھے۔ (صایغ بمعنی زرگر)

[1] عویمر بن مالک ابو دردا خزرجی انصاری متوفی ۳۲ھ در شام، ان سے ۱۷۹ حدیث مروی ہے (حلیہ ۱/۲۰۸)

[2] یہ کتاب مصنف فضائل بلخ کے مآخذ میں تھی، لیکن اب اس کے کسی نسخے کا پتا و نشان نہیں۔

Marfat.com

(۵۳) شیخ الاسلام یونس بن طاہر نصیری (ص ۲۱۹ - ۳۲۳)

ان کی کنیت ابوالقاسم ہے، بلخ کے رؤسا میں تھے، انھوں نے متعدد احادیث روایت کی ہیں، ان کی تصنیف کتاب بہجۃ اصحاب ابو حنیفہ کا تذکرہ ہے، ان میں پہلے کوئی شیخ الاسلام کے نام سے بلخ میں مشہور نہ تھا، ۴۱۱ھ میں وفات پائی اور مقبرہ پنج رشں میں دفن کیا، ان کی قبر نُہ گنبد[۱] ان کے مقابل ہے۔

شیخ کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ شیخ فتوے لکھتے تھے اور لکھتے وقت جس ترتیب سے لوگ آتے اسی کا لحاظ رکھتے، ایک بار سلطان محمود غزنوی کا ملازم فتویٰ کے لیے آیا، وہ سب سے آخر میں آیا اس لیے اس کا کاغذ سب سے نیچے تھا، اس نے چاہا کہ شیخ فتوی پہلے لکھ دیں، شیخ نے ترتیب کا ذکر کیا، لیکن اس نے بادشاہ کا ذکر کرتے ہوئے فتویٰ فوراً لکھنے کی فرمایش کی، شیخ کے انکار پر وہ اپنا کاغذ بغیر فتویٰ کے واپس لے کر بادشاہ کی خدمت میں پہنچا اور شیخ کی شکایت کی، سلطان کو شیخ کے استغنا کا حال معلوم تھا، نوکر سے کہا کہ شیخ کے تمام اسباب خانہ داری کی ضبطی کا حکم صادر ہوتا ہے، اور وہ مال و اسباب تیری ملکیت قرار پائے گی، نوکر جب شیخ کے گھر پہنچا تو دیکھا کہ ایک میلی بوریا، ایک مٹی کا ٹوٹا کاسہ، ایک ٹوٹی دوات اور پانی پینے کا ٹوٹا کوزہ، یہی اس گھر کا سارا اثاثہ تھا، دوبارہ بادشاہ کے پاس حاضر ہوا اور ساری داستان سنائی، اس پر اس نے برجستہ کہا:

> "اے بے عقل، جب کسی شیخ کی یہ حالت ہو، وہ اپنے علم کے کمال کے باوجود دنیا کی صرف اتنی سی چیز پر قانع ہو، تو اس کو کسی شخص کی کیا پروا ہوگی، جا، انتظار کر، جب تیری نوبت آئے جواب لے کر واپس آ۔"

شیخ الاسلام حضرت عبداللہ بن عباس کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت رسول علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور عاشورے کا ذکر ہو رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] نُہ گنبد نام کی مسجد بلخ کے جنوب غرب میں اب تک موجود ہے۔

[۲] یہ حدیث ضعیف ہے اور طبرانی نے بھی ابو درداء سے روایت کی ہے (الجامع الصغیر ۱/۷۳)

Marfat.com

نے فرمایا :

"کان[1] یصومہ اہل الجاہلیۃ ، فمن احب منکم ان یصومہ فلیصمہ و من کرہہ فلیدعہ ۔"

یعنی جاہلیت میں لوگ اس روز روزہ رکھتے تھے ، پس تم سے جو کوئی چاہے روزہ رکھ لے اور جو نہ چاہے نہ رکھے ۔

(۵۴۱) محمد بن فضل بن[2] احمد بن محمد جعفر بن صالح (ص ۳۲۳- ۳۲۵)

کبرائے علمار بلخ میں ہیں ، اور علما میں سپہ سالار ہیں خاص کر علم تفسیر میں، ان کی کنیت ابو بکر بن امیرک الرواس[3] بلخی ہے ، ۳۱۳[4]ھ میں فوت ہوئے اور دروازۂ نوبختی کے قبرستان میں دفن

---

[1] صحاح اربعہ میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے : کان یوم عاشورار تصومہ قریش فی الجاہلیۃ و کان رسول اللہ صلعم یصومہ فی الجاہلیۃ ، فلما قدم المدینۃ صامہ و امر بصیامہ، فلما فرض رمضان ، ترک یوم عاشورار ، فمن شار صامہ ومن شار ترکہ (الجامع الاصول ۲/ ۸۲ الشیخ یونس بن طاہر نصیری کا پورا نام الجواہر المضیۃ ۲/ ۲۳۶ اس طرح ہے، یونس بن طاہر بن محمد بن یونس بن حیوار البصری الحیوئی ہے، سمعانی نے لکھا ہے کہ انھوں نے محمد بن علی خیاطی سے حدیث سنی (الجواہر ایضًا) اللباب میں ابن الاثیر نے خیوی لقب کے تحت لکھا ہے ابو القاسم یونس بن طاہر بن خیو نضری بلخی کی نسبت بہ خیو کی طرف ہے جو ان کے دادا تھے ، ورسجی نے مزارات بلخ میں خیوی نسبت ان کے دادا کی طرف بتائی ہے، بہرحال خیوي اور حیوي، النضیری وبصری و نضری میں کون قطعی درست ہے، یقین سے نہیں کہا جا سکتا (دیکھیے اللباب ۱/ ۲۰۲ ، ۲/ ۲۶۳) ۔

[2] اللباب ۱/ ۴۸۰ میں ان کا نام ابو بکر بن محمد فضل بن محمد بن جعفر بن صالح آیا ہے ، پھر ص ۱/ ۱۵۱ پر ہے : ہو ابو بکر محمد بن الفضل الرواس المفسر یعرف بمیرک البلخی صاحب التفسیر الکبیر ۔

[3] رواس بہ معنی کلہ پز ، فروشندہ کلۂ پختہ گوسفندان ۔

[4] اللباب ۱/ ۵۱ میں ۳۱۵ھ یا ۳۱۶ھ ہے ، لیکن حاجی خلیفہ نے کشف الظنون ۲/ ۱۳۹۲ نے ۳۱۹ھ لکھی ہے ۔

Marfat.com

ہوئے، مدت تک قاضی بلخ بھی رہے، ابوبکر بن امیرک الرواس کثیر التصنیف بزرگ گزرے ہیں، ان کی تصانیف میں سب سے زیادہ اہم کتاب فن تفسیر میں "کتاب[۱] الکبیر" ہے۔ جو جامع العلوم ہے، دوسری کتاب "ابوجیز" ہے، احادیث میں کرامۃ المومن وغیرہ، مذہب سنت و جماعت کی موافقت میں کتاب الدیانہ[۲] محمود غزنوی (م: ۴۲۱ھ) کے التماس پر لکھی، ان کے علاوہ متعدد کتابیں[۳] محمد بن فضل نے تصنیف کیں، ان کے بھائی عبداللہ بن فضل بن احمد مقری بھی اسی قبرستان میں دفن ہیں، ان کی روایت کی ہوئی یہ حدیث[۴] ہے:

"من صام یومًا فی سبیل اللہ باعدہ اللہ من النار سبعین خریفًا"

یعنی جو شخص ایک روز راہِ خدا میں روزہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ستّر خریف (سال) آتشِ جہنم سے دور رکھتا ہے۔

(۵۵) قاضی القضاۃ شیخ الاسلام عبدالرحیم بن عبداللہ بن احمد الصیرفی

(ص ۳۲۵ - ۳۲۶)

ان کی کنیت ابوالفتح بلخی ہے، ۵۴۸ھ میں فوت ہوئے، دروازۂ نوبہار کے قبرستان میں مدفون ہیں، شیخ الاسلام الخلیل بن[۵] احمد السجزی نے ان سے تعلیم پائی، سید امام ناصر الدین شہید

---

[۱] کشف الظنون میں الجامع الکبیر سے غالبًا مراد یہی تفسیر ہے، جب کہ ابن الاثیر نے اللباب ۱/ ۴۶۲ یا ۴۷۸ میں اس کا نام التفسیر الکبیر لکھا ہے، بظاہر اس کتاب کا کوئی نسخہ موجود نہیں ہے۔

[۲] الجواہر المضیہ ۲/ ۱۱۱ میں ہے کہ محمد بن فضل بلخی کی تصنیف کتاب الاعتقاد اہل سنت وجماعت ہے جو محمود غزنوی کی فرمائش پر لکھی گئی ہے، حاجی خلیفہ نے بھی کتاب الاعتقاد نام لکھا ہے (کشف الظنون ۲/ ۱۳۹۲)

[۳] ان کو محمد بن فضل بلخی زاہد و فقیہ (عدد ۴۳) سے التباس نہ کرنا چاہیئے۔

[۴] یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و مسند احمد میں ابوسعید خدری سے مروی ہے۔ (الجامع الاصول ۲/ ۸۰)۔

[۵] رک: عدد ۵۸۔

Marfat.com

سمرقندی نے ان کی بزرگی کے واقعات کتاب تاریخ بلخ[1] میں لکھے ہیں، انھوں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے یہ حدیث[2] روایت کی ہے:

"عن رسول اللہ علیہ السلام: "لا تاخذوا الحدیث الا عمن تجیزون شہادتہ"
یعنی حدیث صرف انھیں حضرات سے اخذ کرو جو اس کی شہادت کا جواز پیش کرے۔

(۵۶) قاضی القضاۃ ابوعلی الحسن بن علی بن محمد بن احمد جعفر وخشی

(ص ۳۲۶ - ۳۳۰)

وہ صاحب امالی ہیں، انھوں نے ۱۷۱ھ میں وفات پائی، سلطان تکش عم سلطان سنجر نے ان کے جنازہ کو کندھا دیا، کہتے ہیں: وہ دروازۂ نوبہار بلخ سے گزر رہا تھا کہ قاضی القضاۃ ابوعلی حسن کا جنازہ نکل رہا تھا، سلطان تکش فوراً گھوڑے سے اترا، بادشاہی تاج سر سے اتارا اور شیخ کے جنازے کو کندھا دیتا ہوا قبرستان تک گیا، اصحاب علم و کرامت کے احترام کی وجہ سے اس کو بغداد میں امام اعظم کے جوار میں جگہ ملی۔

شیخ ابوالحسن نے عراقین، حجاز، اور مصر کا سفر کیا تھا، وہیں سنن ابی داؤد[3] کا سماع کیا پھر اصفہان واپس آئے اور حافظ ابونعیم[4] کی خدمت میں رہے اور ان کی تقاریر، املائیں، بغداد اور بصرہ میں علم سماع حدیث کی تحصیل کی، اور علم قرأت و روایت کا تتبع کیا، کہتے ہیں کہ جب ان کا جنازہ دروازۂ نوبہار سے گزر رہا تھا تو ہزاروں سانپ، بچھو اور دوسرے حشرات قبرستان چھوڑ کر چلے گئے، اس کرامت کی شہادت

---

[1] رک: مقدمہ فضائل بلخ۔

[2] یہ حدیث ضعیف ہے، رک: الجامع الصغیر ۲/۱۹۹۔

[3] سنن ابوداؤد سجستانی (۲۰۲ - ۲۷۵) صحاح ستہ میں شامل ہے۔

[4] حافظ احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی ثقہ راوی اور مؤرخ ہیں، ۳۳۶ھ میں اصفہان میں پیدا ہوئے اور وہیں ۴۳۰ھ میں انتقال فرمایا، وہ مؤلف حلیۃ الاولیا (دس جلد) و معرفۃ الصحابہ و طبقات المحدثین و اخبار اصفہان وغیرہ ہیں (الاعلام ۱/۱۵۰)

Marfat.com

ابو القاسم[۱] سمرقندی اور ناصر الدین شہید[۲] سمرقندی کے بیانات سے ہوتی ہے۔

قاضی ابوالحسن وخشی[۳] سے یہ حدیث ابو ہریرہؓ کی روایت سے مروی[۴] ہے :

" من بدا جفا، و من اتبع الصید غفل و من اتی ابواب السلطان قرباً الا ازداد من اللہ بعداً۔"

اس حدیث کی شرح اس طرح ملتی ہے۔

جو شخص جنگل میں ساکن ہوجاتا ہے آدمیوں کی عدم مخالفت کے باعث اس کی طبیعت میں غلظت پیدا ہوجاتی ہے، جو شکار کے پیچھے بھاگتا ہے، گم ہوجاتا ہے، اور جو شخص قرب سلطان کی غرض سے بادشاہ کے دروازہ پر جاتا ہے، وہ خدا سے دور ہوجاتا ہے۔

۵۰) قاضی ابوبکر[۵] الاسکافی (ص ۳۳۰ - ۳۳۲)

ان کا نام محمد بن عبدالمالک بن محمد بن عمرو ہے، ایک مدت تک بلخ میں قاضی کے عہدہ پر رہے،

۱؎ انھوں نے شیخ محمد بن علی دستجردی کی روایت سے سو ہزار، دو سو ہزار، تین سو ہزار کی تعداد درج کی ہے (ص ۳۲۹)، سمعانی نے عمر بن علی محمودی کی شہادت سے خرندگان کے بھاگنے کی روایت درج کی ہے، عمر بن علی محمودی مذکور ابوالحسن وخشی کے جنازے میں شریک تھے۔

۲؎ ناصر الدین شہید نے لکھا ہے کہ اس نے ۸۰ آدمیوں کی شہادت سے یہ بات سنی ہے۔ لسان المیزان ۲۴۱/۲) عمر بن علی محمودی کا ذکر فضائل بلخ میں عدد ۶۰ کے ذیل میں بیان ہوا ہے۔

۳؎ وخش تاجیکستان جمہوری کے جنوب میں اب تک اسی نام سے باقی ہے۔ دوسری روایت ۴۵۶ کی ہے، لسان المیزان ۲/۲۴۱ سے معلوم ہوتا ہے کہ بغداد میں ان پر " قدری " ہونے کا الزام لگایا گیا، خلیفہ نے اس کو دریا میں پھینکنے کا حکم دیا، وہ بھاگ گئے، دوبارہ بغداد آئے تو نظام الملک نے مدرسۂ نظامیہ میں ان کو تدریس حدیث پر معین کیا۔ وفات ۴۷۱ھ میں ۸۶ سال کی عمر میں ہوئی (لسان المیزان ۲/۲۴۱)

۴؎ اس حدیث کے مختلف ٹکڑوں کے لیے دیکھیے الجامع الصغیر ۲/۶۸۔

۵؎ ان کو ابوبکر محمد اسکاف (شیخ مذکور تحت عدد ۴۷) سے التباس نہ کرنا چاہیے۔

Marfat.com

۴۷۵ھ میں فوت ہوئے، ان کی تربت دروازۂ نوبہار کے قبرستان میں ہے، حضرت انس بن مالک کی سند سے یہ حدیث ان کی امالی میں شامل ہے:

"قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: العلماء[1] امناء علی عباد اللہ مالم یخالطوا السلطان و یداخلوا الدنیا، فاذا خالطوا السلطان و داخلوا الدنیا فقد خانوا الرسل، فاعتزلوہم و احذروہم۔"

یعنی علما آدمیوں کے لیے (پیغمبروں کے) امین ہیں، جب تک کہ بادشاہوں سے مخالطت اور دنیا میں مداخلت نہ کریں، جب بادشاہوں سے مخالطت اور دنیا میں مداخلت کرنے لگیں تو یقیناً انبیا کے ساتھ خیانت کی، اس صورت میں ان سے بے تعلق ہو جاؤ اور ان کے شر اختلاط سے ڈرتے رہو۔

۵۸) قاضی القضاۃ خلیل[2] بن احمد اسماعیل شجری (ص ۲۳۲۔۳۳۵)

ان کی کنیت ابوسعید ہے، ۴۸۱ھ میں وفات پائی، اپنے وطن سے تحصیل علم کی غرض سے بلخ آئے اور مدتوں یہاں علم حاصل کرتے رہے، یہاں تک کہ مختلف علوم میں یگانۂ عصر ہو گئے، پھر وطن جانے کا ارادہ کیا تو بزرگان بلخ مانع آئے اور بالآخر وہ بلخ ہی میں رہ پڑے۔

---

[1] یہ حدیث عقیلی نے کتاب الضعفاء میں انس کی روایت سے نقل کی ہے (الجامع الصغیر ۲/۶۹)

[2] الجواہر المضیہ ۱/۲۳۴ میں ہے کہ ان کا نام خلیل بن احمد بن اسماعیل قاضی شجری شیخ الاسلام بلخ تھا، انھوں نے علم فقہ کی تحصیل میں دور دراز کا سفر اختیار کیا، ابوعبداللہ الفارسی نے ان سے حدیث روایت کی ہے، ان کی شجری نسبت کے بارے میں الجواہر (۲/۲۱۱) میں لکھا ہے کہ شجری ان کے جد شجرہ کی طرف منسوب ہے، ان کو ابوسعید خلیل بن احمد سجزی سے التباس نہ کرنا چاہیے، جو سیستان کے مشاہیر میں تھے اور ۳۷۸ھ میں وفات پائی تھی (رک معجم الادبا ۱۱/۸۰، معجم البلدان ۳/۱۹۰، الجواہر المضیہ ۱/۲۳۴ وغیرہ)

Marfat.com

انھوں نے حضرت انس بن مالک سے حسب ذیل روایت کی ہے :

" قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : المسلم من سلم المسلمون من یدہ و لسانہ و المہاجر من ہجر[1] السوء ، والذی نفسی بیدہ . لا تدخل[2] الجنۃ عبد لا یأمن جارہ بوائقہ ."

یعنی مسلم وہ ہے جس کے ہاتھ و زبان سے مسلمان محفوظ رہیں ، اور مہاجر وہ ہے جو بدی کی وجہ سے ہجرت کرے ، اس کے بعد (حضور علیہ السلام) نے فرمایا ، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کوئی بندہ بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک اس کا پڑوسی اس کے شر سے مامون نہ ہوگا ۔

قاضی خلیل نے ابن[3] ابزی سے روایت کی ہے :

" ان النبی[4] علیہ السلام کان یوتر بسبح اسم ربک الاعلیٰ ، و قل یا ایہا الکافرون ، و قل ہو اللہ احد ، و اذا سلم یقول سبحان الملک القدوس ثلاثاً و یرفع صوتہ فی الثالث ."

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر میں سبح اسم ربک الاعلی اور قل یا ایہا الکافرون اور قل ہو اللہ احد پڑھتے ، اور جب سلام پھیرتے تو سبحان الملک القدوس تین بار پڑھتے اور تیسری بار آواز بلند کرتے ۔

(۵۹) شمس الائمہ سرخسی (ص ۳۳۵ - ۳۴۳)

ان کا نام محمد بن ابی سہل فقیہ اور کنیت ابوبکر ہے ، وہ ۴۸۱[5] ھ میں فوت ہوئے ، ان

---

[1] یہ حدیث صحیح صحاح خمسہ میں ابن عمر سے مروی ہے (الجامع الاصول ۱/ ۲۲)

[2] یہ حدیث صحیح جداگانہ ہے ، صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ سے مروی ہے (الجامع الصغیر ۲/ ۲۰۴)

[3] عبدالرحمن ابن ابزی کے لیے دیکھیے (اسد الغابہ ۱/ ۴۴) ۔

[4] رک : الجامع الاصول ۱/ ۱۹۱ ۔

[5] الجواہر المضیہ ۲/ ۲۸ ، الفوائد البہیہ ۱۵۸ ، مفتاح السعادہ ۲/ ۵۵ ، کشف الظنون ۱۵۸ وغیرہ منابع میں ان کا نام ابوبکر محمد بن احمد ابوسہل سرخسی ہے ، لیکن (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

Marfat.com

کا مقبرہ دروازہ نو بہار میں قاضی ابو مطیع کے قریب ہے، وہ سرخسی الاصل، بخاری الموطن فرغانی المحبس، حنفی العلم، وافی الصیت و بلخی المدفن اور شمس الایمہ حلوانی بخاری کے شاگرد ہیں۔

شمس الایمہ سرخسی اپنے وطن سرخس سے بخارا گئے اور شمس الایمہ حلوانی سے تحصیل علوم کی، کچھ دنوں بعد حاسدوں کی شکایت پر ابراہیم خاں ناراض ہوگیا اور اس کے حکم سے اوزگند فرغانہ میں قید کردیے گئے، قید ہی کی حالت میں اپنی مشہور کتاب مبسوط بغیر کسی اور نسخہ کی مدد کے املا کی، یہ کتاب فقہ حنفی پر ہے، ۱۵ جلدوں اور تیس جز پر حاوی ہے، ان کی دوسری مشہور تصنیف کتاب حدیث الکبیر ہے جو امام محمد شیبانی کی کتاب السیر الکبیر کی شرح ہے۔ شرح الجامع الکبیر، شرح مختصر الطحاوی وغیرہ، ان کے شاگردوں میں قاضی امام محمود بن عبدالعزیز بن عبد الرزاق

(گزشتہ سے پیوستہ)

مزارات بلخ میں متن کے موافق ہے۔

اختلاف ہے، الجواہر میں ۴۹۰، الفواید میں ۴۳۸، یہی طبقات القاری میں بھی ہے، لیکن ۴۸۱ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

متوفی ۱۹۹ھ، شیخ چہار دہم ص ۱۴۶ فضائل۔

دراصل اوزگند فرغانہ میں مقید تھے۔

عبدالعزیز بن احمد بن نصر بن صالح حلوانی فقیہ بزرگ حنفی مؤلف المبسوط وغیرہ متوفا کش ۴۴۸ھ مدفون بخارا (الاعلام ۴/۱۳۶)

خراسان کا مشہور شہر ہے جو نہایت مردم خیز رہا ہے۔

بخارا کے ایلک خانیان میں سلطان ابراہیم تفغاج خان بن نصر ہو جو ۴۳۳ھ کے حدود میں رہا ہے۔

نسخہ خطی موجود ہے اور مصر میں چھپ بھی چکی ہے۔

یہ کتاب چار جلدوں میں چھپ چکی ہے۔

قاضی محمود فقہائے حنفی میں بڑے پائے کے عالم تھے، بظاہر جد قاضی خان ہیں (الجواہر ۲/۱۶۰)

Marfat.com

المرغینانی ، الشیخ الامام الحسین[1] بن علی ، الشیخ الخطیب مسعود بن الحسین[2] الکشانی قابل ذکر ہیں۔

ان کی روایت کردہ ایک حدیث یہ ہے :

" قولہ علیہ السلام : احب الناس الی اللہ تعالیٰ ، من ہو انفع للناس و احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ سرور تدخلہ علی مسلم ، او دین تقضیہ عنہ او کربۃ تفرجہا عنہ او جوع قطرعنہ فلان امشی مع مسلم فی حاجۃ احب الی من ان اعتکف شہراً فی مسجد ہذا "

یعنی رسول علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک محبوب آدمی وہ ہے جو لوگوں کو زیادہ نفع پہنچانے والا ہے ، اور محبوب اعمال وہ ہیں جن سے مسلمان کا دل خوش ہو جائے ، یا اس کا قرض ہو تو ادا ہو جائے یا اس کو رنج و غم ہو تو خوشی میں تبدیل ہو جائے ، یا اس کو بھوک ہو تو وہ دور ہو جائے ، حق یہ ہے کہ اگر میں کسی مسلمان کی حاجت برآری میں چلوں تو یہ اس بات سے زیادہ پسند ہے کہ میں اپنی اس مسجد میں ایک ماہ معتکف رہوں ۔

(۶۰) قاضی القضاۃ الحسین محمودی (ص ۳۴۳ - ۳۴۵)

ایک مدت تک بلخ میں قاضی رہے ، راستی و دیانت و زہد و ورع میں بے مثل تھے ، ان کا تعلق اہل بیت اطہار سے تھا ، اصلاً طالقانی[3] ہیں ، یہ تین بھائی[4] تھے ، بڑے حسین ، پھر حسن ، سب سے چھوٹے عمر ، اور سب کے سب قاضی تھے ، قاضی حسین بڑے پر تاثیر مقرر تھے ، ان کی تحریر بھی بڑی وقیع ہوتی ، ان کا بیٹا بھی نظم و نثر میں بڑی مہارت رکھتا تھا ، قاضی القضاۃ

---

[1] امام حسین بن علی لامشی (شاگرد سرخسی فواید ۶۷) محدث حنفی نامۂ خاقان کے ساتھ بغداد گئے تھے ، ۵ ر رمضان ۵۲۲ کو سمرقند میں فوت ہوئے (الجواہر ۱/۲۱۵) لامش فرغانہ کے قریب ایک دیہات ہے ۔

[2] مسعود بن حسن بن حسین بن محمد بن ابراہیم الکشانی متوفی ۵۲۰ھ (الجواہر ۲/۱۶۸)

[3] طالقان مروروذ سے سہ منزل دور ہے (مراصد ۸۷۶)

[4] وارسجی نے بڑے بھائی کا نام حسن لکھا ہے ، پھر حسین ، پھر عمر ۔

Marfat.com

بہاء الدین عمر ۵۳۶ھ میں بلخ کے قاضی ہوئے، ان کے فاضل بیٹے حمید الدین محمود[1] کی شہرت ادبیت عالمگیر ہے، نظم و نثر میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے، ان کی کتاب[2] مقامات، روضۃ[3] الرضا اور متفرق رسایل ان کی فصاحت و بلاغت پر دلالت کرتے ہیں، قاضی بہاء الدین عمر بلخ کے افصح الفصحا میں تھے، بلکہ بلخ کے بیشتر فصحا و بلغا خاندان محمودی[4] ہی کے تھے۔

---

[1] ان کا نام لباب الالباب عوفی (ص ۱۶۸) میں عمر بن محمود محمودی لکھا ہے اور کشف الظنون (۱۸۷۶) میں ابوبکر بن عمر بن محمود بتایا گیا ہے۔

[2] مقامات حمیدی نثر مسجع کا مثالی نمونہ ہے، ۵۵۱ھ میں تالیف ہوئی اور متعدد بار ہندوستان اور ایران میں چھپی۔

[3] عوفی نے اس کتاب کا نام روضۃ الرضا فی مدح ابی الرضا لکھا ہے، ان کتابوں کے علاوہ متعدد تصانیف کا نام لباب الالباب میں ملتا ہے۔

[4] اس خاندان کے بارے میں ایک یادداشت عبدالحی حبیبی کے قلم سے فضائل بلخ (ص ۳۹۴ - ۴۰۳) کے آخر میں بطور تعلیق کے درج ہے، دوسرے بھائی قاضی حسن کی مدح میں سنائی غزنوی کا ایک نہایت آبدار قصیدہ ہے جو اس طرح شروع ہوتا ہے:

دی ز دل تنگی زمانی طوف کردم در چمن یک جہان جان دیدم آنجا رستہ از زندان تن

گریز میں کہتے ہیں:

مجلس نجم القضاۃ وقاری و مالش ببین تا ہم از خود فارغ آئی ہم ز بلبل، ہم زمن
من چگویم گر ز فردوس برین پرسی تو این کز تو خوشتر چیست، گوید مجلس قاضی حسن
نسبت از محمودیان داری و بہر عز دین ہمچو محمود آمدی بت خانہ سوز و بت شکن
گرچہ در میدان قالی لیکن از روی خرد رفتہ ای جای کہ پیش آنجا نہ ما گنجد نہ من
شاد باش ای عندلیبی کز پی وصفت ہمی مرغ بریان طوطی گویا شود بر با بزن

(دیوان چاپ، مصفا ص ۲۷۷)

جس زمانے میں خاندان محمودی کے لوگ بلخ میں قاضی کے عہدہ پر تھے، اسی زمانے میں غزنین میں اسی خاندان کے قاضی عبدالودود بن عبدالصمد بن قاضی محمود قاضی القضاۃ تھے، سنائی نے ان کی مدح میں ایک قصیدہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

Marfat.com

قاضی القضاۃ حسین کی وفات ۶۰۵ھ[1] میں ہوئی، اور ان کو دروازۂ نوبہار کے حظیرۂ[2] محمودی میں دفن کیا گیا۔

بہار الدین عمر نے ابوسعید خدریؓ سے ایک حدیث نقل کی ہے، ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں :
"خطبنا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فما ترک شیئاً دون الساعۃ الآ اخبرنا بحفظ و نسیہ، ثم قال : نضر اللّٰہ عبداً سمع مقالتی فوعاہا۔ فرب فقیہ لیس بفقیہ و رب حامل فقہ الی من ہو افقہ منہ"[3]

یعنی ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ پیغمبر خدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ہم کو مخاطب کیا اور دنیا کی کوئی چیز نہ چھوڑی کہ اس کی نگہداشت یا اس کی طرف سے فراموشی کی اطلاع نہ دی ہو، اور فرمایا : اس شخص پر سرسبزی ہو جس نے میری بات سنی اور اس کو محفوظ رکھا، بہت سے فقیہ ایسے ہیں کہ جو فقیہ نہیں اور بہت سے اشخاص ایسے ہیں کہ فقہ کو ایسے شخص کے پاس لے جاتے ہیں جو ان سے زیادہ بڑا فقیہ ہے۔

(گزشتہ سے پیوستہ)
لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق سلطان محمود بن ابراہیم سلطان (۴۹۲ – ۵۸۰) سے تھا اس قصیدہ کے یہ دو ادبیات قابل توجہ ہیں :

شاہ ما محمودی و تو نیز محمودی چو او | شاد باش ای جان ما پیش دو محمودی فدا
ملک چون درخانۂ محمودیان زیبد ہمی | ہمچنان درخانۂ محمودیان زیبد قضا

(دیوان ص ۴)

[1] ورسجی نے مزارات بلخ میں قاضی حسن اور حسین دونوں کی وفات کی یہی تاریخ لکھی ہے اور فضائل بلخ کے اصل نسخے میں حسین کے بجائے حسن کی تاریخ لکھی ہے گویا قیاس چاہتا ہے کہ حسین ہی کا نام ہوگا۔

[2] دروازہ نوبہار پر کوئی بڑا قبرستان تھا جس میں اکثر فقہائے بلخ دفن ہیں، معلوم ہوتا ہے وہیں محمودی خاندان کا بھی قبرستان تھا۔

[3] یہ حدیث صحیح ہے، ترمذی اور ابوداؤد میں ابن مسعود سے تھوڑے سے فرق کے ساتھ منقول ہے (رک : الجامع الاصول ۱/۶۰)۔

Marfat.com

(۶۱) محمد بن عمر بن علی النجار الضریر[1] البلخی (ص ۳۴۶ - ۳۴۹)

شیخ المشایخ اور واعظ و مفسر تھے، بہت سی احادیث ابوبکر اسکافی[2]، ابو علی وخشی[3] اور خلیل شجری[4] سے روایت کی ہیں، ۵۱۱ھ میں وفات پائی، انھوں نے ماوراء النہر اور ہندوستان کی سیاحت کی تھی، وہ شقیق[5] بلخی کی اولاد میں ہیں اور ان کا مقبرہ شیخ احمد بن خضرویہ[6] کے جوار میں ہے۔ ان کی دو کتابوں[7] کا نام فضائل میں درج ہے: کتاب الشمسہ فی لاصول و دعوت الہند (ص ۳۴۷)
ان کی روایت کی ایک حدیث یہ ہے: حضور علیہ السلام نے فرمایا:

"من[8] حفظ من امتی اربعین حدیثاً مما یحتاجون الیہ من حلال او حرام بعثہ اللہ یوم القیامۃ فقیہاً عالماً"

یعنی میری امت میں جو شخص چالیس ایسی احادیث جن کی حلال و حرام کی تمیز میں ضرورت ہوتی ہے حفظ کرے، خداوند کریم قیامت کے روز اس کو عالم اور فقیہ اٹھائے گا۔

---

[1] ضریر بمعنی چشم پوشیدہ۔
[2] رک: عدد ۵۷۔
[3] رک: عدد ۵۶۔
[4] رک: عدد ۵۸۔
[5] رک: عدد ۲ ص ۱۲۹۔
[6] احمد بن خضرویہ دروازۂ نوبہار کے قبرستان میں مدفون ہیں (فضائل ص ۲۲۲)۔ وہ ۲۴۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔ (فضائل بلخ ص ۲۲۰)
[7] ان دونوں میں کسی کے نسخے معلوم نہیں، دعوۃ الہند کا تعلق کسی نہ کسی طرح ان کے سفر ہند سے معلوم ہوتا ہے۔
[8] ابن نجار ابوسعید خدری کی سند سے یہ حدیث اس طرح لکھتے ہیں: من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً من سنتی ادخلتہ یوم القیامۃ فی شفاعۃ (الجامع الصغیر ۲/۱۷۰)۔

Marfat.com

(۱۲) قاضی القضاۃ شیخ الاسلام محمد بن ابی محمد ابی القاسم بن ابی الفضیر البلخیؒ

(ص ۳۴۸ ـ ۳۴۹)

وہ اہل بیت میں سے ہیں، وہ علوم نجوم، فقہ اور حدیث وغیرہ میں ممتاز علما میں محسوب ہوتے تھے، یہ حدیث عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں، عبداللہ بن عباسؓ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: تناصحوا فی العلم ولا یکتم بعضکم بعضاً، فان خیانۃ الرجل فی علمہ اشد من خیانۃ فی المال و ان اللہ عز وجل سائلکم۔"

یعنی علم سے نصیحت حاصل کرو اور ایک دوسرے سے پوشیدہ نہ رکھو، اس لیے آدمی کی خیانت علم میں اس کی مال کی خیانت سے بدتر ہے اور خدا تم سے پوچھنے والا ہے۔

(۱۳) شیخ الاسلام محمد بن محمد بن حسن التزالی (ص ۳۴۹ ـ ۳۵۱)

ان کی کنیت ابو جعفر ہے، اور تزال بلخ کے دیہات میں واقع ہے، ۵۱۷ھ میں بلخ میں وفات پائی، اور دو پہاڑی پشتہ کے درمیان مدفون ہیں، علم و فضل کے ساتھ ہی متقی اور متدین بھی تھے، اپنی عمر کے آخری ۱۱ سال میں راتوں کو نہ سوئے، انس بن مالک کی روایت سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں:

"انس بن مالک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ انہ قال: ما من مسلم غرس غرساً و یزرع زرعاً، فیاکل منہ طیراً او انسان او بہیمۃ الا کان

لہ ورسجی نے نام اس طرح لکھا ہے: محمد بن ابی بکر بن ابی القاسم بن ابی نصر بلخی ان کی کنیت مزار اولیائے بلخ میں ابو جعفر سے ملتی ہے۔

لہ حلیۃ الاولیا میں ابن عباس سے تھوڑے سے فرق کے ساتھ مندرج ہے (الجامع الصغیر ۱/۱۲۳)

Marfat.com

بہ صدقہ ہے[۱]

یعنی کوئی مسلمان ایسا نہ ہوگا کہ جس نے درخت لگائے یا کھیتی کی یہاں تک کہ اس میں انسان یا جانور کھائیں تو خدا کی راہ میں صدقہ ہے۔

(۶۴) حسن بن علی بن ابی طالب الحسینی (ص ۳۵۱-۳۵۳)

ان کی کنیت شرف الدین ابو محمد ہے، ۵۳۲ھ میں بلخ میں وفات پائی اور دروازۂ نوبہار پر دفن کیا گیا، انھوں نے ماوراء النہر اور عراق میں سفر کیا تھا، اور علما اور مشائخ سے احادیث سنیں، ان کی روایت کردہ چند حدیثیں یہ ہیں:

المجالس بالامانۃ (مجالس امانت کے ساتھ ہیں)[۲]

الحرب خدعۃ (جنگ مکر و فریب ہے)[۳]

المسلم مرآۃ المسلم (مسلم مسلم کا آئینہ ہے)[۴]

المستشار موتمن (مشورہ دینے والا قابل اعتماد ہوتا ہے)[۵]

الدال علی الخیر کفاعلہ (نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہے)[۶]

اتقوا النار و لو بشق تمرۃ (دوزخ کی آگ سے بچو چاہے وہ خرما کے ٹکڑے کے برابر ہو۔[۷]

۱ھ یہ حدیث صحیح مسند احمد ہے، صحیح بخاری، مسلم و ترمذی میں آئی ہے۔

۲ھ یہ حدیث خطیب بغدادی نے حضرت علی سے روایت کی ہے (الجامع الصغیر ۱۸۵/۲)

۳ھ یہ حدیث بخاری، مسلم، مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی میں حضرت جابرؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہوئی ہے (الجامع الصغیر ۱۵۱/۱)

۴ھ ابن منیع نے ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے (الجامع الصغیر ۱۸۶/۲)۔

۵ھ صحاح اربعہ میں ابن مسعود اور ابوہریرہؓ سے مروی ہے۔ (الجامع الصغیر ۱۸۶/۲)

۶ھ طبرانی میں ابن مسعود اور سہل بن مسعود سے روایت ہوئی ہے (الجامع ۱۶/۲)

۷ھ بخاری و مسلم، نسائی، مسند احمد وغیرہ میں منقول ہے، (الجامع ۹/۱)

Marfat.com

الدنیا سجن المومن و جنۃ الکافر (دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے جنت ہے)۔[1]

لا یحل للمومن ان یہجر اخاہ فوق ثلثۃ ایام (مومن کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین روز سے زیادہ دوری رکھے)[2]

ما قل وکفی خیر مما کثیر والہی (تھوڑی چیز جو ضرورت کے لیے کافی ہے وہ زیادہ چیز سے جو لہو و لعب میں مشغول کر دے بہتر ہے)[3]

(۶۵) شیخ الاسلام محمد بن الحسین بن علی بن العباس بن ابی العباس القلانسی[4]

(ص ۳۵۳ – ۳۵۴)

امام[5] جامع بلخ تھے، ان کی کنیت ابو عبداللہ یا ابوجعفر ہے، ۴۹۴ھ میں پیدا ہوئے ۵۳۵ھ میں وفات پائی اور گورستان اسبریس[6] میں دفن ہوئے، وہ راوی حدیث تھے، حضور علیہ السلام سے یہ حدیث[7] روایت کی ہے:

"قال: ان الملائکۃ لتصافح رکبان الحاج و تعتنق المشاۃ"

---

[1] یہ حدیث مسند احمد، مسلم، ترمذی، ابن ماجہ میں ابوہریرہؓ سے اور طبرانی و مستدرک حاکم میں سلمان سے مروی ہے (الجامع ۱۷/۲)

[2] صحاح میں زواید کے ساتھ مختلف روایات سے مروی ہے (الجامع الاصول ۳۶/۵)

[3] ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے (الجامع الصغیر ۱۴۷/۲)

[4] منسوب بہ قلانس جمع قلنسوہ یعنی کلاہ، مراد کلاہ ساز یا کلاہ فروش (اللباب ۱۵/۳)

[5] بقول سمعانی محمد بن حسین بن علی بلخی کے استاد محمد بن عبدالملک ماسکانی خطیب تھے (الجواہر المضیۃ ۴۸/۲)

[6] بلخ میں ایک میدان کا نام تھا، رک ص ۲۳۔

[7] یہ حدیث ضعیف بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عایشہ سے اس طرح روایت کی ہے: ان الملائکۃ لتصافح رکاب الحج و تعتنق المشاۃ (الجامع الصغیر ۸۵/۱)

Marfat.com

یعنی ملایکہ ایسے لوگوں سے جو سواری پر حج کرنے جاتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں اور جو پیادہ جاتے ہیں، ان سے معانقہ کرتے ہیں۔

(۶۶) عثمان بن عمر بن علی بن ابی بکر الغزنوی (۳۵۴ - ۳۵۶)

ان کی کنیت بعض کے نزدیک ابوبکر عمر اور بعض کے نزدیک ابو سعید ہے، ۳۵۶ھ[1] میں فوت ہوئے اور مقبرۂ نو بہار میں مدفون ہوئے، تفسیر و حدیث کے علاوہ نحو و لغت میں بڑا پایہ رکھتے تھے، انھوں نے حسب ذیل حدیث تمیم[2] داری سے روایت کی ہے:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الدین نصیحۃ، قالوا لمن یا رسول اللہ؟ قال: للہ و کتابہ و نبیہ و ائمۃ المسلمین و عامتہم"[3]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین اسلام نصیحت ہے، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلعم کس کے لیے، فرمایا: جو فرمان خدا، کلام اللہ، پیغمبر علیہ السلام، ائمہ اسلام اور عامۂ مومنین یعنی اجماع، کی متابعت کرتا ہے، اس کے لیے ہے۔

(۶۷) سیدۃ السادۃ ابوالحسن محمد بن الحسین الحسینی (۳۵۶ - ۳۵۸)

ان کا خاندان سادات کا محترم خانوادہ تھا، جس کا سلسلہ ابو عبد اللہ

---

[1] مزارات بلخ میں ۳۰ ۵ ہے۔

[2] تمیم بن اوس بن خارجہ داری صحابی کا تعلق بنی دار بن ہانی سے تھا جو فلسطین میں ایک نصرانی راہب تھے، تمیم ۹ھ میں مسلمان ہوئے اور فلسطین کا ایک قریہ حبرون کے اقطاع دار مقرر ہوئے، حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد شام آئے اور بیت المقدس میں سکونت اختیار کی، ۴۰ھ میں فلسطین میں وفات پائی، صحیح بخاری میں ۱۸ احادیث ان سے مروی ہیں۔ اسد الغابہ ۱/ ۲۵۱، تہذیب ابن عساکر ۳/ ۳۴۴)

[3] یہ حدیث مسلم، ابوداؤد، نسائی میں ذرا سے فرق سے نقل ہے (تیسیر الوصول ۴/ ۲۸۲)

Marfat.com

الاعرج اولادعلی بن ابی طالب سے ملتا ہے، باوجود فراغت کے مصحف نویسی ان کا ذریعۂ معاش تھا، سید السادہ کے ناصرالدین سمرقندی سے کافی مراسم تھے، ان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۳۶ھ میں ان کی عمر ۸۰ سال کی تھی، ان کی وفات ۵۳۷ھ میں ہوئی، ان کے دو بیٹے اور دونوں رئیس خراسان تھے، ایک کا نام نظام الدین محمد اور دوسرے کا تاج الدین تھا، ان کی روایت کردہ یہ حدیث فضائل بلخ میں موجود ہے :

" قال صلی اللہ علیہ وسلم : الدعاء ہو العبادۃ ، ثم قرأ " ادعونی استجب لکم "

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے : دعا عبادت ہے، پھر قرآن کی یہ آیت "ادعونی استجب لکم" (مجھے پکارو میں تمھاری پکار کا جواب دوں گا) قرأت کی۔

(۶۸) امام فاضل ابوبکر محمد بن المعتصم بن محمد بن علی بن محمد المرجانی البلخی

(ص ۳۵۸ ـ ۳۶۲)

بڑے زاہد اور متقی بزرگ تھے، ان کی وجہ سے بلخ کے رہنے والوں کو بڑی برکتیں حاصل تھیں، ۵۶۲ھ میں فوت ہوئے، ان کے شاگردوں میں ایک شمس الدین محمد الطیان نامی تھے، جنھوں نے

۱۔ اس خاندان سے متعلق رک : فضائل بلخ ص ۳۵۶ ح ۳

۲۔ مؤلف تاریخ بلخ، ۵۳۶ھ میں بلخ آئے اور سید السادات ابوالحسن سے ملے، ۵۳۰ھ میں قاضی القضاۃ بہار الدین عمر سے ملاقات کی، ۵۵۶ھ میں وفات پائی اور گورستان چاکردیزہ سمرقند میں دفن ہوئے، متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، ان میں ایک تاریخ بلخ ہے، رک : مقدمہ فضائل بلخ ص سی و یک و دو۔

۳۔ اس حدیث صحیح کو نعمان بن بشیر نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد اور ترمذی میں منقول ہے (تیسیر الوصول ۲/۵۵)۔

۴۔ قرآن سورۃ المومن، آیت ۶۰۔

۵۔ مزارات بلخ میں ۵۶۲ھ ہے۔

۶۔ دیکھیے فضائل بلخ ص ۳۶۰، ۳۶۱۔

Marfat.com

ان کے حالات بیان کیے ہیں ۔

امام ابو بکر راوی حدیث تھے، وہ عبداللہ الخیام السمرقندی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت خضر و الیاس سے سنا اور انھوں نے کہا کہ ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر کہتے ہوئے سنا کہ :

" من قال صلی اللہ علی محمد فتح سبعین باباً من الرحمۃ[1] "

یعنی جس شخص نے یہ کہا کہ درود ہو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، تو اس پر رحمت کے ستر دروازے کھل جاتے ہیں ۔

(۶۹) امام الاجل ضیاء الدین محمد بن عبداللہ بن نصر البسطامی

(ص ۳۶۳ - ۳۷۰)

ان کا مولد و منشا بلخ ہے البتہ ان کے بعض اجداد کا تعلق بسطام[2] سے تھا، فقہ و تفسیر و حدیث کے علاوہ علم حساب میں بھی بڑا درک رکھتے تھے، سارے عالم کی سیاحی کی تھی، حج بیت اللہ کی بھی سعادت حاصل کرلی تھی، بلخ میں واعظ اور مدرس کی خدمت انجام دیتے تھے، ۵۶۲ھ میں وفات پائی، اور دروازہ نو بہار کے مقبرہ میں دفن ہوئے، وہ مسور[3] بن مخرمہ سے روایت کرتے ہیں ۔ " قال[4] سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول و ہو علی المنبر ان بنی ہشام بن المغیرۃ استاذنونی ان ینکحوا ابنتہم علی بن ابی طالب، فلا آذن لہم، ثم لا آذن لہم، ثم لا آذن لہم ۔ قال ابنتی بضعۃ منی، یریبنی مارا بہا و یؤذینی ما آذاہا "

---

[1] لسان المیزان ۵ / ۲۲۱ میں یہی حدیث ابو المظفر محمد بن عبداللہ بن الخیام السمرقندی سے منقول ہے کہ احمد بن محمد بن علی دامغانی نے اپنی ورد میں اسی کیفیت سے سنی تھی ۔

[2] خراسان کا تاریخی قصبہ بایزید بسطامی یہیں سے تعلق رکھتے تھے ۔

[3] مسور بن مخرمہ بن نوفل قرشی زہری (۲ - ۶۴) صحابی اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کے بھانجے تھے، عبداللہ بن زبیر کے ساتھ مکہ میں محصور تھے، وہیں شہید ہوئے (اسد الغابہ ۴/۳۶۵)

[4] یہ حدیث صحاح خمسہ میں کتاب الفضائل میں مناقب فاطمہ میں شامل ہے (الجامع الاصول، ۳/۳۱۲)

Marfat.com

یعنی مسور بن مخرمہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں کہ ممبر تھے یہ کہتے ہوئے سنا کہ بنی ہشام بن مغیرہ نے مجھ سے اس بات کی اجازت چاہی کہ وہ اپنی لڑکی کو حضرت علی بن ابی طالب سے منسوب کر دیں، لیکن میں اجازت نہیں دیتا ہوں، میں اجازت نہیں دیتا ہوں، میں اجازت نہیں دیتا ہوں اس لیے کہ میری بیٹی میرے جسم کا حصہ ہے، جس نے اس کی مدد کی اس نے میری مدد کی، اگر اس کو تکلیف پہنچائی تو گویا مجھے تکلیف پہنچائی۔

انھوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے :

"عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال : قال اللہ تعالیٰ الصوم لی و انا اجزی بہ عبدی یدع الطعام و اللذات لاجلی، و الخلوف فی الصائم اطیب عندی من ریح المسک۔"

(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روزہ خاص کر میرا ہے اور میں اپنے بندے کو جس نے کھانا پینا اور ساری لذتیں میری خاطر چھوڑ رکھی ہیں، میں خود جزا دوں گا، اور روزہ دار کے منہ کی بو میرے نزدیک مشک سے زیادہ خوشبودار ہے)۔

(۷۰) شیخ الاسلام تاج الدین ابوبکر محمد بن احمد بن ابراہیم الزاہد البلخی

(ص ۳۷۰ — ۳۸۶)

اکابر علما و فضلائے بلخ میں ہیں، ۸۴ سال کی عمر پائی، ۴۸۰ھ میں انتقال فرمایا، بلخ کے پہاڑوں میں جن کو ششتی کہتے ہیں دفن ہوئے، اس کے بعد ان کی لاش بلخ لائی گئی اور دونوں پہاڑیوں[3]

---

[1] یہ حدیث تلخیص ہے ابو ہریرہؓ کی مروی مفصل حدیث سے جو صحاح خمسہ میں درج ہے۔

[2] اس نام کی تحقیق نہیں ہو سکی ہے۔

[3] شیخ الاسلام ابو جعفر ثرالی (م: ۵۱۷) بھی اسی جگہ دفن ہوئے تھے، " درمیان دو تل " فضائل بلخ ص ۳۵۰۔

Marfat.com

(بین التلین) کے درمیان سپرد خاک ہوئی، شیخ الاسلام نے خراسان، عراق، ماوراء النہر اور عرب کی سیاحت کی تھی۔

شیخ تاج الدین ابوبکر محمد نے شیخ الاسلام ابو جعفر[1] محمد زالی، ابو حنیفہ رنانی، ابوالفضل[2] کرمانی، ابو اسحاق ابراہیم[3] بن اسماعیل الصفار البخاری، نجم الدین[4] عمر النسفی وغیرہ سے روایت کی ہے۔

شیخ صفی الدین واعظ بلخی مؤلف فضائل بلخ تاج الدین ابوبکر کے شاگرد تھے، ان کا قول ہے کہ اس دور کے ملوک نے تاج الدین ابوبکر کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، واعظ بلخی نے اپنا ایک مشاہدہ[5] لکھا ہے کہ وہ کس طرح ایک کافر حاکم کے غضب سے محفوظ رہے۔ ترمذ کا ایک

---

۱ ابو جعفر زالی بلخ کے ایک گاؤں زال سے منسوب تھے۔ ان کا ذکر فضائل بلخ عدد ۶۲ کے ذیل میں ہوا ہے، انھوں نے ابوبکر محمد بن عبدالملک خطیب ماسکانی کرمانی سے درس لیا، سمرقند کی سفارت پر گئے اور وہیں سید ناصر الدین ابوالقاسم نے ان سے احادیث سماع کیں، ان کی وفات ۵۱۷ھ میں ہوئی۔

۲ رکن الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن محمد بن امیرویہ کرمانی محدث و امام حنفی، ۴۵۷ھ میں کرمان میں پیدا ہوئے، ۵۴۳ھ میں مرو میں وفات پائی، ان کی تصانیف میں الجامع الکبیر والفتاوی والتجرید والایضاح تین جلدوں میں ہے (الجواہر المضیہ ۱/ ۳۰۴)۔

۳ ابو اسحاق ابراہیم بن اسماعیل بن احمد الصفاری وائلی الصفار البخاری فقیہ معروف حنفی، مولد بخارا ۴۶۰ھ وفات بخارا ۵۵۴ھ، ان کی تالیفات میں تخلیص الزاہد، تخلیص الادلہ، کتاب السنہ وغیرہ ہیں (اسماء المؤلفین ۱/ ۹، الجواہر ۱/ ۳۵)

۴ نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد بن احمد نسفی فقیہ حنفی مولد نسف ۴۶۱، متوفی سمرقند ۵۳۷ھ، متعدد کتابوں کے مؤلف ہیں، ان میں عقاید نسفی سب سے زیادہ معروف و متداول ہے، القند فی علماء سمرقند، تاریخ بخاری، طلبۃ الطلبہ، التیسیر فی التفسیر، الاکمل الاطول وغیرہ ان کی تصانیف ہیں (الجواہر ۱/ ۳۹۴، لسان المیزان ۴/ ۳۲۷، معجم الادبا ۶/ ۵۳)

۵ فضائل بلخ ص ۳۷۲، ۳۷۳۔

Marfat.com

ظالم وزیر شرف الدین محمد طباخ جو سلطان طغان[۴۹] کے مزاج میں بڑا دخیل تھا، شیخ کے درپے آزار ہوا، لیکن آخر میں شیخ کی دعا کی برکت سے طغان خان محمد طباخ سے ایسا خفا ہوا کہ اس کی آنکھیں نکال لی گیئں، اسی طرح سلطان کاسان[۵۰] کا صدر شرف الزماں[۵۱] بھی شیخ تاج الدین کے جان کا دشمن ہوگیا، لیکن شیخ اس کے فتنہ سے بھی محفوظ رہے۔

---

۴۹ چھٹی صدی ہجری کے وسط میں طغان نامی حکمران شاید وہی ہو جس کی مدح سوزنی شاعر نے چند قصیدوں میں اس طرح کی ہے:

بخت یار قدر طغان خانست　　فتح کار قدر طغان خانست
قدرت آل نوح بلکا بک　　زاقتدار قدر طغان خانست

پادشاہ جہان ز راہ رسید　　ملک نو شد چو پادشاہ رسید
شاہ شاہان قدر طغان خاقان　　از سفر با کمال و جاہ رسید
ملک داری بخواب غفلت بود　　از طغان خان بہ انتباہ رسید

وہ سلطان قدر طغان خان، قدر طغان خاقان اور طغان خان کے نام سے یاد ہوا ہے (رک: تاریخ بیہقی ج ۳ چاپ نفیسی ص ۱۳۳۵)

پروفیسر عبدالحی حبیبی نے سوزنی کے ممدوح جلال الدین طغان خاقان کو طغان خان قرار دیا ہے، سوزنی کہتا ہے:

بدرگاہ آمد و تاریخ نو کرد　　بایام جلال الدین شہنشاہ
طغان خاقان سر شاہان مشرق　　خداوند نگین و خطبہ و گاہ

(تاریخ بیہقی ج ۳ ص ۱۳۳۹)

مگر پروفیسر سعید نفیسی جلال الدین طغان خاقان کو قدر طغان خان سے الگ شخصیت قرار دیتے ہیں۔ استاد حبیبی کا مزید قیاس یہ بھی ہے کہ شاید طغان خان سے مراد طغا خاں مرغینانی ہے جو بقول عوفی (لباب الالباب ۵۴) ملک بیغو حکمران مرغینان و کاسان کا خسر تھا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

Marfat.com

شیخ تاج الدین ابوبکر کی روایت کردہ متعدد احادیث فضائل بلخ میں مندرج ہیں، منجملہ ان کے ایک یہ ہے جو حجاج بن علاط[1] السلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے :

" قال رسول اللہ علیہ السلام : اکرموا[2] الخبز فان اللہ تعالیٰ انزلہ من برکات السماء و اخرج لہ من برکات الارض و اکرمہ ان لا یوطی ولا یطرح "

یعنی روٹی کا احترام کرو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو آسمان کی برکات سے نازل کیا اور زمین کی برکت سے نکالا ہے، اور اس کا اکرام یہ ہے کہ اس کو قدم کے نیچے نہ ڈالو اور ذلت سے نہ پکاؤ اور ہاتھ سے نہ پھینکو۔

شیخ نے حدیث ابوعبیدۃ[3] بن الجراح رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے :

(گزشتہ سے پیوستہ)

۲؎ معجم البلدان رود جیحون کے اس پار ترکستان کا مشہور شہر نزدیک بیابان اخیسکت، این بہر دو املاء سین و شین ضبط شدہ ؛ چھٹی صدی میں تاج الدین محمود خاں اس خطے کا حکمران تھا، جیسا کہ سیف اسفرنگ کے ایک قصیدے کی حسب ذیل بیت سے ظاہر ہے :

مشہور شد از گوہر او خطہ کاسان   چون طور بموسیٰ و سرا ندیپ بہ آدم

چوں کہ سلطان تاج الدین کی وفات ۵۵۸ھ بتائی گئی ہے اس لیے فضائل بلخ میں مذکور حکمران کاسان یہ نہیں ہو سکتا۔ (رک تاریخ بیہقی ج ۳ ص ۱۳۸۱، ۱۳۸۵)

۳؎ استاد حبیبی قیاس کرتے ہیں کہ شاید اس سے مراد شرف الزمان مجد الدین عدنان ہو جو محمد عوفی کا ماموں تھا، جو سمرقند میں ۵۹۰ھ میں سلطان طمغاج خان کی خدمت میں تھا (لباب الالباب ص ۴۵) ؛ لیکن فضائل بلخ سے کچھ ایسا قیاس ہوتا ہے کہ شرف الزماں کی عملداری بلخ وغیرہ کا خطہ تھا، اس بنا پر اس کو محمد عوفی کے ماموں سے الگ سمجھنا چاہیئے۔

۱؎ حجاج بن علاط سلمی حجازی صحابی اور راوی حدیث ہیں (اسد الغابہ ۱/۳۸۱)

۲؎ الکبیر میں طبرانی نے ابوسکینہ سے روایت کی : اکرموا الخبز فان اللہ اکرمہ فمن اکرمہ الخبز اکرمہ اللہ (رک : الجامع الصغیر ۱/۵۵)

۳؎ عامر بن عبداللہ بن الجراح بن ہلال فہری قرشی مشہور صحابی ہیں، ۱۸ احادیث صحیحین میں ان سے مروی ہیں، وہ فاتح اسلام تھے، ۱۸ھ میں وفات پائی، غور بیسان میں مدفون ہیں۔

Marfat.com

" قال : سمعت رسول اللہ علیہ السلام : لیس[1] من الصلوات صلوٰۃ افضل من صلوٰۃ الفجر یوم الجمعۃ فی الجماعۃ ، وما احسب من شہدہا منکم الا مغفوراً لہ"

یعنی انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی نماز جمعہ کی نماز فجر سے جو جماعت سے ادا کی جائے زیادہ محترم نہیں۔ اور مجھے گمان نہیں کہ جو شخص اس سعادت سے بہرہ ور ہو وہ مغفرت کی دولت سے محروم رہے گا۔

---

[1] اس حدیث کو طبرانی نے ابو عبیدہ سے روایت کیا ہے (الجامع الصغیر ۲/۱۳۸)

Marfat.com

Price Rs. 12 -

1544

Marfat.com